

# محبوبية المحمودية



مصنف: حضرت خلیفہ محمود فقیر قدس اللہ سرہ العزیز

از مترجم اردو: فقیر شوکت علی محمودی قادری

باہتمام: سائین قبلہ حاجی محمد قاسم قدس سرہ

شائع کنندہ:

محمودیه اکیڈمی (کریو شریف)

کریو نور شریف تعلقہ گولارہی، ضلع بدین سندھ

<http://www.friid.org>

صفحہ نمبر

نمبر عنوان

|    |                                      |    |
|----|--------------------------------------|----|
| 1  | عرض مترجم                            | ۱  |
| 2  | مقدمہ                                | ۲  |
| 4  | منقبت در شان مرشدی                   | ۳  |
| 9  | شغل اول لا الہ الا اللہ              | ۴  |
| 12 | قادری طریقے کے ذکر کی ترتیب          | ۵  |
| 15 | (۱) لا الہ                           | ۶  |
| 15 | (۲) الا اللہ                         | ۷  |
| 16 | (۳) اللہ                             | ۸  |
| 16 | (۴) حو                               | ۹  |
| 19 | شغل دوم یا اللہ یا حو                | ۱۰ |
| 19 | شغل سوم پاسِ انفس علی الدوام اللہ حو | ۱۱ |
| 21 | شغل چہارم لطائفہ ستہ                 | ۱۲ |
| 26 | شغل پنجم سلطان الاذکار "اللہ"        | ۱۳ |
| 27 | شغل ششم نفی و اثبات لا الہ الا اللہ  | ۱۴ |
| 30 | حضور اول فناء فی الافعال             | ۱۵ |
| 31 | حضور دوم فناء فی الصفات              | ۱۶ |
| 33 | حضور سوم و حو معکم این ما کنتم       | ۱۷ |
| 35 | حضور چہارم الم یعلم بان اللہ یرى     | ۱۸ |
| 37 | حضور پنجم فاما تلو انکم و اللہ       | ۱۹ |
| 38 | حضور ششم ہر چہ ہست حمد اوست          | ۲۰ |

رموز باہر



|    |   |    |
|----|---|----|
| 42 | حضور ہفتم حوالہ اول حوالہ آخر حوالہ ظاہر حوالہ باطن                 | ۲۱ |
| 44 | حضور ہشتم واجب الوجود   | ۲۲ |
| 45 | حضور نہم و فی انفسکم افلا تبصرون                                    | ۲۳ |
| 46 | حضور دہم و نحن اقرب الیہ من جبل الوریث                              | ۲۴ |
| 47 | حضور یازدہم فنا و بقا   | ۲۵ |
| 49 | حضور دوازدہم لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم                   | ۲۶ |
| 51 | حضور سیزدہم اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے                                   | ۲۷ |
| 55 | حضور چہار دہم اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام                             | ۲۸ |
| 60 | حضور پانزدہم فنا فی الشیخ (مرشد کی صحبت کا تصور)                    | ۲۹ |
| 65 | حضور شانزدہم صورت محمدیؐ کی فکر اور اسکے ساتھ چار یاروں کی فکر      | ۳۰ |
| 68 | حضور ہفدہم پنج تن پاک حضرات کی فکر کرنا                             | ۳۱ |
| 69 | حضور ہشدہم اولو العزم انبیاء کرام کی فکر کرنا                       | ۳۲ |
| 86 | مکتوب میاں پیر محمد کی طرف اسکے سوالات کے جواب میں                  | ۳۳ |
| 88 | مکتوب شریف جو کہ میاں پیر محمد کی جانب اسکے سوالات کے جوابات میں ہے | ۳۴ |
| 94 | حضور نو دہم چاروں عناصر کا  | ۳۵ |
| 96 | حضور ہستم عالم امر و عالم خلق                                       | ۳۶ |
| 99 | مختصر حالات مصنف کتاب ہذا   | ۳۷ |

## از مترجم اردو

الحمد لله الوهاب الرزاق الكريم الحنان المنان الذي هورب العلمين والصلوة والسلام على حبيبہ

المصطفیٰ وخیر خلقہ محمد سید الانبیاء وعلیٰ الہ المظہرین واصحابہ المتبعین اجمعین اما بعد

فقیر حقیر خادم العلم والعلما شوکت علی راہوں محمودی قادری غنی عنہ کہتا ہے کہ اس کتاب کا اصل مسودہ نہ ملنے کی صورت میں مترجم سندھی کا اردو ترجمہ معرض وجود میں لایا گیا اس لئے کافی وقت محسوس ہوئی کیونکہ سندھی مترجم نے اپنے لحاظ سے ترجمہ کیا ہے اور ہم نے پھر سندھی ترجمہ کا اتباع کیا ہے بعد ازاں مرشد حقانی فیض ربانی سید الزہدین حضرت مرشد خلیفہ محمود علیہ الرحمہ کی فیضان نظر سے یہ دقائق و عجیدیاں مل رہی تھیں، جو کہ تصدیق قدام میرے مرشد و مربی حادی محمدی سیدی و سندی الحاج حافظ غلام محمد محمودی قادری دام فیضہ و برکات کا جس نے مجھے بارگاہ مصطفیٰ میں پہنچائی کہ محبت کا درس دیا اور غم حسین کی چنگاڑی بھی تاکہ فقیر پر تقصیر کے بچنے کا راستہ نکل آئے ایسے مرشد کامل کی محبت فیاضی سے بہتروں نے تو کاسر حاجات بھر لئے کافی میرے جیسے بھدی ہونے کی وجہ سے لے تو نہ سکے مگر عطاء بے بہانے انہیں بھی محمودی سے شرمندہ نہ کیا جیسے کہ میری نااہلی لاعلمی بے بضاعتی کم نہیں ناقابلیت کے باوجود مجھ پر کرم فرمایا کہ میں نے محبوبیت المحمودیہ (جو کہ تصوف کا بیش بہا خزانہ ہے یوں سمجھیں کہ بحر بیکراں ہے) کا ترجمہ سندھی سے اردو میں پایہ تکمیل تک پہنچایا یہ میرا کمال نہیں مرشد کی عطاؤں کا صدقہ ہے انشاء اللہ عزوجل اگر اسی طرح عطائیں ہوتی رہیں اور مجھ کہنے کو نوازی رہیں تو شاید میں صحاح ستہ و دیگر شرعی و روحانی کتب کا سندھی یا اردو میں ترجمہ کروں گا اب قارئین سے گزارش ہے کہ جو بات سمجھ نہ آئے غصہ چھوڑ کر معافی عنایت کرتے ہوئے مجھے اس غلطی سے مطلع فرمائیں تاکہ میں اسے ٹھیک کروں اور یہ سندھی کتاب بھی میرے محسن مہربان اور مرشد خانے کی عظیم شخصیت حضرت قبلہ مرشد الحاج محمد قاسم دامت برکاتہم العالیہ کے صاحبزادے قبلہ سائیں محمد نعیم دامت برکاتہم العالیہ سے عنایت ہوئی تھی جسے میں امروز فردا کرتے ہوئے جلد واپس نہ کر سکا ترجمہ مکمل نہ ہونے کی وجہ گونا گوں تدریسی مصروفیات کی وجہ سے وقت کم ملتا تھا بہر حال یہ سب انکا کرم ہے ورنہ مجھ میں کوئی سلیقہ نہیں۔

از مترجم اردو فقیر شوکت علی محمودی قادری

باہتمام: حضرت سائیں حاجی محمد قاسم قدس سرہ

## مقدمہ

از حضرت شمس العارفین غوث زمان محبوب الرحمن مرشدیم حضرت خلیفہ محمود علیہ رحمۃ الرحمن

بسم الله الرحمن الرحيم ط

زَبْ يَبْزُ وَلَا تُعْبَرُ

اسی پاک پروردگار سبحانہ و تعالیٰ کی ساراہ و شاہد توحید کر تے ہیں جس کے اول کی کوئی ابتدا نہیں ہے اور نہ ہی اس کے آخر ہونے کی انتہی ہے اس نے اپنے نور سے ہمارے نبی پاک شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نور کو ظاہر کر کے دنیا کو پیدا کیا اور اسی نے اپنے پہچانے اور اپنے تک پہنچنے کیلئے وسیلہ بنایا اور اپنی ذات پاک سب سے بے نیاز ہے آنحضرت ﷺ پر ہر دم صلوٰۃ شریف پڑھیں جسے اللہ تعالیٰ جہانوں کے لئے رحمت عارفوں اور عاشقوں کے لئے آنکھوں کی خنڈک مگر اہوں کے لئے حادی اور گنہگاروں کے لئے شافع محشر کر کے بھیجا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حضور ﷺ پر اور اس کے الہ و اصحاب پر والے والی بارش کی طرح ہمیشہ برکتی رہیں۔

اما بعد! یہ فقیر حقیر محمود (علیہ الرحمہ) ملک الودود کی رحمت کا امیدوار بیان کرتا ہے کہ سب فیض والے صاحبوں اور اہل علم و اناؤں غیبیہ بیت کے سمندر کے خواصوں "حویت" (حو) والے بے پایاں بحر کی موجوں میں تیرنے والوں نے "الوہیت" کے خزانوں اور دینیوں کے واقف کاروں "وحدانیت" کے چمکنے والے جواہروں اور صرافوں نے "احدیث" کے نکتہ کے رازوں اور رازوں کو جاننے والوں نے اور "مہدیہ" کی حقیقتوں اور دقائق کے محققوں نے اور "فدایت" کے جنگلوں میں تنہا چلنے والوں نے اور میدان عشق و محبت کے جاننازوں کے دلوں سے مخفی اور چھپا نہ رہے کہ حضرت سلطان الاولیاء برحان الاصفیاء عارفوں کے امام دین و ملت کے روشن چراغ کافروں اور بدکاروں کی جڑیں توڑنے والے حق تعالیٰ کی صفات سے آراستہ ذات مطلق تک رسانندہ مربی مکمل حاریء اکمل اصحاب الوجود کا مرغوب اور ارباب الشکوہ کا مطلوب اور رب محبوب کا محبوب سیدنا سید پیر علی گوہر علیہ الرحمہ من اللہ اکبر اللہ تعالیٰ ان کی زندگی اور ارشاد کو طالبوں اور رشد و ہدایت حاصل کرنے والوں پر ہمیشہ قائم رکھے۔

## سید پیر علی گوہر قدس سرہ کی شان میں منقبت

(۱) آن گوہر یک دانہ گھسینہ اسرار

وآن در تیم از صدف قلزم انوار

(۲) آن مبدع آیات وجود قدم حق

آن مظهر ایجاد زجود حق مطلق

(۳) آن شاہ جہاں صدر نشین مسند اقبال

آن مفر اکرام زمان مائے اجلال

(۳) مہتاب منور ز سرواج ولایت

خورشید در خشان فلک رشد و ہدایت

(۵) محبوب خدا مظہر الطاف الہامی

مطلوب جہان طالب او ماہ بہ ماہی

(۶) بر تلک و تلک حکم ردائش مسلط

بل جملہ شد از علت نمائش مربوط

(۷) یارب ! بہ بتائش گلستان جہان را

یارب ! بہ لتائش شہستان زمان را

(۸) میدار معطر بر یا صین عنایت

میدار منور بمصانع ہدایت

(۹) تاباد جہاں باد چو خورشید بر اصحاب

تابندہ بہ ارشاد جدی بر سر احباب

(۱۰) من لب بدعا کردم مفتوح بہ آمین

باد احمد افناع خواص و عوامین

(۱) آپ اسراروں کے خزانوں کے یکتا گوہر ہیں اور آپ نور کے سمندر کی ہسی کے بے بہا موتی ہیں

(۲) آپ ذات حق کی نشانیوں کے متعلق عجیب و غریب بیان فرماتے ہیں، آپ وجود سخاوت سے اللہ تعالیٰ کی سخا کے مظہر ہیں

(۳) آپ جہاں کے بادشاہ اقبال کی مسند کے گادی نشین ہیں، آپ زمانے کی بڑائی کے سرمائے کے فخر ہیں

(۴) آپ ولایت کے عروج و بلندی کے روشن چاند ہیں، آپ رشد و ہدایت کے آسمان کے چمکتے سورج ہیں

(۵) آپ خدا کے محبوب اور انکی مہربانیوں کے مظہر ہیں، جہان کے محبوب ہیں اور پھلی سے لیکر چاند تک آپکے طالب ہیں

(۶) آپ کا حکم ملک خواد بادشاہوں پر جاری ہے، بلکہ سارے آپکی علت نمائی سے آپس میں ایک ہیں

(۷) یارب ! انکا باغ جہاں کو بقا سے یارب ! زمانے کی راتیں انکے لقاء یا دیدار سے روشن فرما

(۸) انکی مجلس کو اپنی عنایت سے ہمیشہ معطر رکھیں، انکی ہدایت و فیض والی بتیاں ہمیشہ روشن رکھیں۔

(۹) جینک دنیا باقی ہے تب تک اپنے دوستوں پر سورج کی طرح روشن ہوں، رشد و ہدایت سے اپنے دوستوں پر چمکتے رہیں

(۱۰) میں دعا کر کے اپنے لبوں کو ”آمین“ سے کھولتا ہوں دوسرے خواص و عوام ایس طرح کھولیں

یہ حضرت (پیر علی گوہر علیہ الرحمہ) حضرت ذات الذوات قدسی صفات عالی برکات واسع العطیات منبع الفیوضات امیر المؤمنین امام العارفین قدوہ المحققین سالکین کے پیشوا مگر انہوں کے حادی مریدیں کیلئے رحمت دین و ملت کو زندہ رکھنے والے شرک و بدعت کی نشانیں کو جڑوں سے اکھاڑنے والے مجمع الکملات سید السادات شیخ المشائخ حضرت سیدنا و مشدنا سید محمد راشد المرشد الارشد قدسنا اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس و رضی اللہ و سبحانہ و تعالیٰ عنہ کے پوتے ہوتے ہیں اور یہ اس فقیر کے مرشد ہیں اور ان (حضرت پیر علی گوہر علیہ الرحمہ) کے دادے ہوتے ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی حیات مبارکہ کو ہمارے لئے دائم و قائم رکھے اور نیز ہمیں آپ کے فیض و ارشاد سے نفع بخشے

### منقبت در شان حضرت مرشد معظم پیر سائیں سید محمد راشد روہنی دھنی رضی اللہ عنہ

|   |   |
|---|---|
| آن مہدی ہر گمراہ از راہ بہ رفت              | آن مشکف مہلن اسرار نہفتہ                |
| آن مظہر از متن نعبت انوار                   | آن مطلع انوار وجود حق دادار             |
| آن جامع ہر جزء و کل از موجد ایجاد           | آن احد بمعنی بصور مربع اعداد            |
| در صورت الفیت آلف نہاست                     | صانع ز تصانیع اصناف نہاست               |
| ادجوہر ذات آمد و قائم کن اعراض              | او مانع خلق آمد او فائق و فیاض          |
| ارشاد حدی راشد او مخزن جامع                 | انوار خدا راشد او شارق و لامع           |
| ارواح صور را حمہ او صورت جان شد             | در جمع جواہر دلہا معدن کان شد           |
| مرشد بحقیقت حمہ اسش و حمہ رسمش              | صورت حمہ معنی حمہ جسمش حمہ جرمش         |
| بر حق چہ بگویم زچہ و چون کہ بودہ            | چو نم حمہ بچون شدہ در چون نمودہ         |
| بچون بہ سخن جز مثل چون چودر آید             | ایں بہ کہ کلام از چہ و چو نم بدر آید    |
| ای صانع بچون بہ حمہ صنعت ظاہر               | مطلق زچہ و چوں ہمہ قدرت باہر            |
| ای بودہ نابودہ در علم عوالم                 | ای از حمہ نقصان و زیان ماندہ سالم       |
| ای شاہد جود تو ز ایجاد معنی                 | اسرار وجودت خفی از علم لدنی             |
| ای کائن با ذات بری از حمہ آیات              | آیات تو دلالت اثباتی آن ذات             |
| بذات بذات تو حمہ ذات صفات اند               | احیاء و چہ اہماء و چہ کان و چہ نبات اند |
| بے ذات شدم در سرکہ آن ذات چہ ذات ست         | گر جملہ حیات است در نحو و ممات است      |
| اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَہٗ حَیٰۃً | احیاء توام شدہ مطبوع کبابت              |
| از نوم و ستہ سنت تو بے سن و نوم ست          | او ان تو بے ان ز علت شب و یوم ست        |



از عین نمانی و کمائی تو چہ باشد  
کہ آں تیر در آماج عیاں گشتہ نمان ست  
داد از ہمہ باہر و ہمہ ایجاد جدا بخش  
خواہم سر ایجاب و سوال و سر اقبال  
جرت عطا کردم و در عفو تو ہشتم

مطلق ز نشانی و عیان تو چہ باشد  
ایں بس بہ نشانی دل من گشت نشان ست  
مخفی در صورت ارشاد حدی بخش  
من بے معنی از مطلب و مقصود ز سر حال  
مقبول کن آنچہ از من و ما با تو ہشتم

### ترجمہ

(۱) آپ ہر راہ سے بھٹکے ہوئے مگر اہوں کیلئے ہادی ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ باطنی رازوں اور اسراروں کو کھل کے ظاہر کرنے والے ہیں۔

(۲) آپ غیب کے پردوں سے نور ظاہر فرمانے والے ہیں۔ آپ اللہ کے وجود اور ہستی سے آگاہ کرنے والے ہیں

(۳) آپ خلق کے موجودات میں جز و کل کے جامع ہیں۔ آپ معنی میں یکتا ہیں اور ظاہر میں کثرت معلوم ہوتے ہیں۔

(۴) آپ "الف" ہونے کی صورت میں ہزاروں جلوں کے فخرن ہیں آپ طرح طرح کی صنعتوں میں خود مانع ظاہر ہیں

(۵) آپ ذات میں جوہر ہیں اور اعراض (۱) کو قائم کرنے والے ہیں آپ خلق کیلئے مانع اور فیاض ہیں۔

(۶) آپ (باطنی) خزانے کو جمع کرنے والے اور ہدایت کی راہ بتانے والے ہیں آپ سیدھی راہ کے حاصل کرنے والے خدا کے

چمکنے والے نور ہیں۔

(۷) آپ کی صورت سبھی ارواح کی صورتوں کیلئے جان ہیں۔ دلوں کے جواہروں میں (کان سے) نکلے ہوئے جواہر ہیں۔

(۸) آپ کے سارے نام اور رمیز حقیقت میں مرشد ہیں۔ آپ کی صورت اور آپ کا جسم مبارک سب معنی کی صورت میں ہے۔

(۹) برحق میں کیا کہوں کہ آپ کیا تھے اور آپ کی مثال کوئی تھی آپ سراسر بے مثال تھے اس کے لئے کیا مثال بیان کیجائے

(۱۰) گفتار میں بے مثال کیلئے کوئی مثال دیجائے۔ بہتر یہی ہے کہ کچھ کہنے سے خاموشی اختیار کیجائے۔

(۱۱) اے بے مثال صانع سب صنعتوں میں ظاہر ہے۔ مطلق مثال اور دلیل کی سب قوت پر غالب ہے۔

(۱۲) ہر وہ وجود ہستی یا نیستی معدوم جس سے دنیا واقف ہے سب نقصانوں اور زیان سلامت ہے

(۱۳) تیرے فیض اور ہدایت کی سخاوت کا اللہ تعالیٰ شاہد ہے تیرے وجود کے اسرار علم لدنی سے بھی مخفی ہیں

(۱۴) اے اپنی ذات میں ہمیشہ موجود سب علامتوں سے پاک اسی ذات پاک کی ثبوتی پر تیری نشانیاں دلالت کرتی ہیں

(۱۵) ذات حق ہونے سے باقی سب ذاتیں تیری ذات کی صفتیں ہیں خواہ یہ حیوان یا جماد یا معدنیات یا نباتات کیوں نہ ہوں

(۱۶) اسی خیال میں حیران ہوں کہ یہ کیسی ذات ہے اسی میں سب زندہ و مردہ مجویں۔



(۱۷) جب تیری کتاب میں ”الحی القيوم“ پر حاتب میری کباب کی طرح پکی ہوئی زندگی میں قوت پیدا ہوئی

(۱۸) تیری یہ روش ہے کہ تجھے نہ کوئی نیند آتی ہے نہ خمار تیری یہ صفت رات اور دن میں بے سبب ہے

(۱۹) شانیوں سے آزاد اور تیرا ظہور کیا ہے، ظاہری آنکھ چھپا ہوا اور تیری کمان کوئی ہے

(۲۰) یہ ہی نشانی کافی ہے کہ میرا دل نشانہ بنا کیونکہ ظاہری آماج یہ تیرا پوشیدہ ہے

(۲۱) ظاہر میں مخفی ہو کر ارشاد اور ہدایت کرنے والے ہیں سارے موجودات پر غالب ہو کر انہیں نفع بخشے والے ہیں۔

(۲۲) میں طلب اور مقصد کی ہستی سے جدا ہو کر حال کے راز سے ایجاب کے راز کا طالب ہوں اور قبولیت کے راز کا سوالی ہوں۔

(۲۳) میں نے جو کچھ اپنے اور ہم سب کیلئے عرض کیا ہے وہ قبول فرما میں خطا کی جرات کی ہے اور تیری پناہ میں آیا ہوں

جناب حضرت (پیر علی گوہر علیہ الرحمۃ) کی ذات شریفین خلق کیلئے نافع اور جہاں والوں کیلئے رحمت ہے۔ آپ کی مرضی ہوئی کہ دنیا والوں کے فائدے کیلئے (حضرت مرشد پیر محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ) کے سلوک کے طریقے کے شغل جو مکمل ہیں جن کی توضیح اور تشریح کی ہوئی نہیں ہے۔ اور شروع سے اس احقر (حضرت خلیفہ محمود قدس سرہ) کے ذہن میں ہیں، ان کو قلم تفصیل سے بیان کرے، اس لئے کہ پوشیدہ کلام کو کھلم کھلا بیان کرنے سے کامل ذوق اور نفع پیدا ہوتا ہے اور وہ خدا کے طالبوں کیلئے سرمایہ ثابت ہوگا۔ اگرچہ اس حقیر نے اپنے علم کی کمی اور فہم کی کوتاہی کی وجہ سے عاجزی ظاہر کی کیونکہ کتاب گلستان (سعدی) کی دو تین حکایات کے علاوہ زیادہ فارسی و عربی پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ بالآخر اسی صدر نشین مسند ارشاد ہدایت کی رضامندی کی خاطر آپ کے واجب الاطاعت حکم سے انکار نہیں کر سکا پس بحکم لیس للانسان الا ما سعی (انسان کو فقط کوشش کرنی چاہئے) کے امر موجب اس اعلیٰ حکم کی اطاعت کیلئے اپنی کمزور قوت سے کوشش کی اور جیسا کہ حضرت مرشدنا قدس سرہ الاقدس ورضی اللہ عنہ کی صحت شریف کا شرف حاصل کرنے والوں اور آپ کی محفل سے فیض یاب ہونے والوں کو جذب و موہبت کا درجہ حاصل تھا کیونکہ یہ ہمیشہ وحدانیت کے ظہور ہونے والے آفتاب کی شعاعوں کی وجہ سے گمراہی کی تاریکی سے محفوظ تھے اور انکی ہدایت کیلئے آپ کا سایہ نور علی نور تھا اسی لئے انہیں کسی بھی شغل و فکر میں مشغول ہونے کی ضرورت باقی نہیں تھی بلکہ حال کی کامرانی اور کمالت حاصل کرنے کے بعد دوسروں کو سلوک کی ترویج کے علم سے آگاہ کرتے تھے اور انکو سلوک میں یقین و اطمینان کے درجے تک پہنچاتے تھے جیسے کہ جذب کو سلوک کے احاطے میں لانا اور مطلق کو قید میں قابو کرنا بڑا مشکل کام ہے لیکن تب بھی اشغالات مرقوم کے ناتمام علوم کی شرح سے کچھ عام فہم سلوک کی ترویج کا خیال رکھتے ہوئے اپنی معلوم شدہ جذب اور سلوک کے ذخیرے سے اپنے کمزور قلم کی نوک کو تحریر کرنے کیلئے جنبش دی اگر ہر ایک شغل کو اسکی شرح عنوان اثرات اور نشانات سے مکمل بیان کرتا تو رسالہ کتاب میں تبدیل ہو جاتا اور کتاب ایک طویل دفتر بن جاتی اور اشغال کا شوق اور انکے استعمال کا ذوق حاصل ہو سکتا اور ہر ایک شخص محض تحریر پر اکتفا کرتا اور طلب سے رہ جاتا۔ اسی وجہ سے کثرت سے قلت پر اختصار کیا گیا۔ کیونکہ ”القلیل یدل علی الکثیر“ (تھوڑا زیادہ ہونے کی خبر دیتا ہے) اور العاقل تکفیه الاشارة (عقل مند کیلئے اشارہ ہی کافی ہے)۔

یاد رہے کہ ہر ایک شغل کیلئے حالات و کمالات کے اتنے تو اقسام ہیں کہ وہ شمار سے باہر ہیں۔ اسی طالب صادق! گوشت باحوش دانا اور اپنے دل کو حاضر کر کے روح سے توجہ کر کے طالبین کے طریقے کا پیشوا اور سالکوں کے سلوک کا رہبر عشق مولیٰ اور انکی محبت ہے اور یہ کسنت کنزاً مخفیاً للاحبیت (میں ایک مخفی خزانہ تھا پس میں نے چاہا) کے خزانے کی چابی بھی یہی ہے۔

اور ذات و صفات کے اسراروں کی ابتدا و انتہا اور انکے مظاہر بھی یہی ہیں۔ اور اسکے ارادے اور علم کی اصل ایجاد بھی یہی ہے کیونکہ اسی ”خلق الخلق“ کی خوب صورت دلہن کو رنگ برنگے جواہرات و خلعتوں سے سنوار کر ملبوسات سے حسین بنا کر قدرت و مخلوقات کی لحد (جھولے) میں آرائش کی شہرت اور وسیت کی زینت بخش کر اس عالم (۱) کو عیان کیا۔

اس ”وصول الی الاصول“ کیلئے ”الحبل المتین“ کی مضبوط رسی کو اور تدلیل الی المدلول کیلئے عمروۃ الوثقی کی مضبوط دستے کو اپنی قدرت سے قائم کیا اور اسی کی ذات ایک ایسا جوہر ہے جس میں انوار صفاتی کی منشا موجود ہے اور یہ ایسے نور کا شفاف چشمہ ہے جو عارفوں کے ارشاد کی صورت میں روشنی سے ارادہ مندوں کے دلوں پر تجلی کی تاب ڈالتا ہے اور مرشدوں کے وعظ و کلام سے سننے والوں کی جانیں حیران و پریشان کر دیتا ہے یہ عشق ہے جو کہ معشوقانہ لباس پہن کر حسن و جمال کی سجاوٹ اور خد و خال کی زینت سے عاشقوں کے دلوں کو دور و دوز میں جتلا اور گرفتار کرتا ہے اور غم و الم کی بے قراری والی آگ سے (دوئی) کے کہ وہ خار جلا کر عاشقوں کے سدا بہار دلوں کے باغ کو پاک و صاف کر دیتا ہے

### بیت

عشق آں شعلہ ست کا ندر جاں افروخت

ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

ترجمہ: عشق ایک ایسی چنگاری ہے جو جس کی جان میں جلے معشوق کے سوا باقی سب کچھ جلا کر رکھ دے

یہ محبت ہی ہے جو کہ یکانیت اور یکسانی سے مل کر محبوب کی جان کی رگوں کو انس و مکر محبوب سے ملا کر ایک کر دے اور جو غیب الغیب کی رات میں تمنا چلنے والے ہیں انہیں اصل الاصل کی کشش سے ”تجرّد“ میں لا کر بحر ”فردانیت“ کشش کر چھوڑے۔

### ابیات

۱۔ محبت اعتبار ذات حق است محبت مظهر آیات حق است

۲۔ محبت خازن سنج شہود است محبت مبدا اصل الوجود است

۳۔ محبت مونس جان کباب است محبت پردہ سوزا احتجاب است

(۱) جس عالم میں ابھی ہمہ در ہے جس میں ممکنات اور کون کہا جاتا ہے جو کہ کسی مدت قیام کا (مترجم)

۴۔ محبت مایہ میش و سردست محبت ملت نمائے ظہور ست

ترجمہ

- ۱۔ محبت حق کی ذات کا اعتبار ہے
- ۲۔ محبت شہود کے خزانے کا خزانچی ہے
- ۳۔ محبت کباب شدہ جان کی نمخوار ہے
- ۴۔ محبت میش و خوشی کا سرمایہ ہے
- محبت حق کی نشانوں کا مظہر ہے
- محبت اصل وجود کا آفریندہ ہے
- محبت حجاب کے پردے کو پھاڑنے والی ہے
- محبت ظہور کا اصل سبب ہے

اے دوست، صاحب دماغ! عشق کی کوئی حقیقت بیان کروں کہ وہ کیا ہے اور محبت کی اصلیت کیلئے کیا کہوں کہ وہ کتنی خوبصورت ہے

بیت

درد عشق آمد دوائے ہر دلے  
ترجمہ: ہر دل کی دوا درد عشق ہے

قرب و محبت کی چھری کا کاٹا ہوا اور عشق کی آگ کا جلا ہوا باطن و ظاہر کے مجیدوں کا عالم میان لعل و اگر قدس سرہ الرب القادر اپنی مکتوب میں لکھتا ہے آہ، آہ! اللہ تعالیٰ نے اتنے ہزاروں رسول بھیجے اگر عشق کا ذرہ بھیج دیتا تو سب اپنی حقیقت کو پہچان لیتے اور اس سے واصل ہو جاتے کسی بزرگ نے فرمایا ہے:

بیت

۱۔ مگر عشق نہ بودے بخدا کس نہ رسیدے  
۲۔ مگر عشق نہ بودے دغم عشق نہ دے

ترجمہ:

۱۔ اگر عشق نہ ہوتا تو خدا کو کائی حاصل نہیں کر سکتا  
۲۔ اگر عشق نہیں ہوتا اور عشق کا غم نہ ہوتا

اگر عشق کی عظمت کے بارے میں کچھ کہوں تو عرشِ عظیم اپنے اتنے بلند مرتبے اور بڑائی کے باوجود بھی اس کے ایک نقطے کا بھی بار نہیں



انہا کے اور اگر محبت کے لفظ کا معنی بیان کر دوں تو آسمان وزمین والے خاموشی اور سکوت میں آجائیں اور اپنی جان سے بے جان ہو جائیں

### رباعی

- ۱۔ چو شرح عشق ز قید خن بروں آمد  
کمال شوق ز کون و مکان فزون آمد
- ۲۔ خن ز اصل برانیم تاچہ شد آغاز  
کہ ذکر عشق مبداء حدث چون آمد

ترجمہ: ۱۔ عشق کی شرح جب خن کی قید سے باہر ہو آئے تو کمال شوق کون و مکان سے بڑھ جاتا ہے اس بات میں ہیں کہ عشق کی ابتدا اصل میں کہاں سے ہوئی کیونکہ عشق کا ذکر حدث سے پاک ہے تو ظاہر کیسے ہوا۔  
پس اے طالب حق! اور ذات مطلق کے طالب غور کر کے موصحت (سقاوت) اور عطا کے سواء اس حرام عالی مقام جیسے اعلیٰ مقصد عظیم عطیہ اور نیک انجام میں کامیابی حاصل کرنا محال صد محال اور مشکل صد مشکل ہے۔  
اس مقدمے کی بنا ہی پر رکھ کر عشق اور محبت کے جذبے کو حاصل کرنا سلوک کی شرائط جو کہ مرشد کی صورت کے رابطے سے مرتبط ہیں اور تذکرہ اذکار کی بیہنگی اور حضور اور انکار کا تصور ان سب کو قلم کی قید میں لا کر اس جامع مجموع اور کتاب المستطاب کا نام المحبوبیۃ المحمودیۃ رکھا ہے کہ ہر طالب جو محبت کے اہتمام سے سب آداب، قواعد اور شروط کو بجالا کر اپنے دل و جان سے کوشش کرے گا وہ بحکم (من طلب شیئا جاد وجد) جو تلاش کرے گا وہ ہی حاصل کرے گا۔ ضرور صد ضرور اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا۔  
انشاء اللہ۔

### شغل اول

### لا الہ الا اللہ کا ذکر جہر

یاد رکھنا چاہئے کہ ذکر کے سارے کلموں میں سے یہ کلمہ نہایت ہی افضل و اعلیٰ ہے جس کیلئے حدیث شریف میں بھی آیا ہے ”افضل الذکر لا الہ الا اللہ“ یعنی سب اذکار میں افضل و اعلیٰ ذکر لا الہ الا اللہ کا ہے ایک اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة بلا حساب یعنی جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ بلا حساب کے جنت میں داخل ہوگا اور پھر حدیث قدسی میں ہے من ذکر فی ملا ذکر نہ فی ملا غیر منهم یعنی جس نے مجھے بھری جماعت میں یاد کیا تو میں بھی اسے ایسی بھری جماعت میں یاد کروں گا جو کہ ان سے زیادہ اچھی ہے۔

## سلسلہ قادریہ کے بزرگ

اس ذکر کی ترتیب و تلمیقین ہمارے مرشد اور مربی حضرت پیر و پیغمبر سید محمد راشد المرشد الارشد قدسنا اللہ سرہ الا قدس جنہیں ان کے اپنے مرشد والد بزرگوار حضرت میاں صاحب سید محمد بقا الحسنی الشہید الباقی بقاء اللہ تعالیٰ قدس سرہ کی جانب سے ملا ہوا ہے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید عبدالقادر الحسینی الجیلانی (ثانی) قدس سرہ سے یہ بزرگ جھنگ سیال پرگنہ سدھانہ (سوڈانی) کا باشندہ تھا اس بزرگ نے اپنے مرشد سید صالح شاہ قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید شمس الدین قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید حامد شاہ گنج بخش قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید شمس الدین محمد قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید عبدالقادر قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید عبدالقادر قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید عبدالرزاق قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید عبدالقادر قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید حامد قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید محمد غوث قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید شمس الدین قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید شاہ میر قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید علی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید مسعود قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید احمد قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید عبدالوہاب قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ الشارح محبوب حقانی قطب مہدانی حضرت شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی بن ابی صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ ابوسعید المنعمی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن یوسف القری قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ ابوالفرح طرطوسی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد ابوالفضل عبدالواحد بن عبد العزیز التیمی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ ابوبکر شبلی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ بزی مقلی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ معروف کرنی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ الشارح داؤد طائی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ حبیب عجمی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ المشارح قدوة الحقیقین شیخ حسن بھری قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد حامد یحیٰ یسوب الموحدین امام العارفین شمس المشرق والمغرب امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اس بزرگ ہستی کو باطنی خواہ ظاہری ہدایت کی راہ حضرت سید الکونین والتلقین محبوب رب العالمین سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات سے ملی ہوئی تھی۔

حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے باطنی طریقے کی تلمیقین بچپن میں اپنے والد بزرگوار سید ابوصالح موسیٰ جنگلی قدس سرہ سے حاصل کی اس بزرگ نے اپنے والد سید تکی زاہد سے اس بزرگ نے اپنے والد سید محمد قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے والد سید داؤد قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے والد سید موسیٰ ثانی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے والد سید عبداللہ قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے والد سید موسیٰ الجونی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے والد سید عبداللہ محقق قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے والد سید حسن شنی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے والد امام المسلمین سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بزرگ نے اپنے والد امیر المؤمنین اسد اللہ

الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بزرگوار کو ہدایت و ولایت کی راہ سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے عطا شدہ تھی۔  
لما بعد! نقشبندی مشائخ کا سلسلہ (شجرہ) بیان کیا جاتا ہے جن سے آپ کو طریقت کی راہ ملی ہوئی تھی۔

### نقشبندی سلسلے کے بزرگ

اس فقیر (حضرت مرشدنا خلیفہ محمود علیہ رحمۃ الرحمن) کے مرشد جناب مستطاب حضرت پیر سائیں (روضی دہنی) قدسنا اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس جنہیں نقشبندی طریقے کی باطنی نسبت و خلافت اور نیز جذب و سلوک کے سارے کمالات والے مراتب کی راہیں آپ کے والد بزرگوار سید محمد بقا شہید قدس سرہ جو کہ میاں صاحب کے لقب سے مشہور ہیں انھی سے ملی ہوئی تھی۔ اور یہ نقشبندی طریقے والی باطنی نسبت آج تک آپ کے ارادتمند مریدین میں جاری رہتی آرہی ہے جو کہ انہیں اپنے مرشد سید عبدالقادر سدا حانہ (سودانی) جھنگ سیال والے کے امر و ارشاد سے مخدوم محمد اسماعیل قدس سرہ ہریان لود کے باشندے سے حاصل ہوئی اس بزرگ نے اپنے مرشد بزرگوار خواجہ جمال اللہ قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد بزرگوار خواجہ حاجی محمد ایوب قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد بزرگوار خواجہ سعدی لاہوری قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد بزرگوار خواجہ سید آدم بخوری قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد حضرت خواجہ احمد فاروقی مجدد الف ثانی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد بزرگوار خواجہ محمد باقی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ خواجگی الملکی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ دردیش محمد سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ محمد زاہد قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ یعقوب چرخنی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ بہاء الحق والدین محمد قدس سرہ سے آپ نقشبند کے نام سے مشہور و معروف ہیں اس لئے کہ آپ ہی سے نقشبندی طریقہ مشہور ہوا اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ سید میر گلال قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ محمد بابا سامی قدس سرہ اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ علی رامی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ محمود الخیر نقوی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ عارف ریوگری قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ عبدالخالق عجدانی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ ابو یوسف حمدانی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ ابوعلی فارمدی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد امیر المؤمنین فخر المسلمین حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد حضرت عالی برکت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس بزرگ نے منبع الحمد لیلۃ والد شد حضرت سلمان فارسی قدس سرہ و رضی اللہ عنہ سے اس بزرگ نے امیر المؤمنین امام الصدیقین سیدنا حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بزرگ کو معرفت و عرفان کی راہ سید الکونین رسول الثقین محبوب رب العالمین شافع المذنبین سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے عنایت شدہ تھی۔

یہاں ایک یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہمارے (مرشدنا خلیفہ محمود فقیر علیہ الرحمہ) مرشد (حضرت پیر سائیں روضی دہنی) قدس سرہ اپنے مریدین یا طالبین کی استعداد کی فہم اور اسکی ہمت موجب انہیں ان دونوں طریقوں کے شغل و اجمال اور تفصیل کی ترتیب سے ملا کر



سکھانے کی نوازش کرتے تھے اور آپ کی توجہ کی نظر فیض اثر کی برکت سے قادری طریقے والے طالبین میں قادری والی صورت ظاہر ہوتی تھی۔

ذکر و فکر کو شروع کرتے وقت آپ کی صورت کی تجلی سارے ذاکرین کو گھیر کر پکڑ لیتی تھی اور ان پر چھا جاتی تھی جس کی وجہ سے ان کے اندر جذب کی حالت پیدا ہوتی تھی جس وجہ سے ان جذب والے طالبوں کو دوسروں شغلوں میں مشغول ہونے کی کوئی ضرورت و حاجت نہیں رہتی تھی اس لئے کہ آپ کی صورت مبارک کی دید اور اس کی توجہ کرنے سے ان کے لئے سلوک کی سب راہیں آسانی سے حاصل ہو جاتی تھیں، یہ حالت اس طالب کو نصیب ہوتی تھی جس کو اپنے مرشد سے رابطے والا جذبہ زیادہ ہوتا تھا رابطے اور میلاد والا جذبہ جس طالب میں کم ہوتا اسے اس بے پایان اور بے بہا نعمت والے فزائے کے موتیوں کی کیا خبر "من لم یذق لم یدر" یعنی جس نے چکھا نہیں ہے اس کو لذت کی کوئی خبر نہیں ہے

ذوق این ی نہ شای، بخدا تا نہ چشی

یعنی:- اس شراب کی لذت تب تک پہچان نہیں سکتا خدا کی قسم، جب تک اسے چکھ نہ لے۔

جن طالبوں نے اپنی خواہش سے نقشبندی طریقے پاک میں داخل ہونا چاہا تو انہیں صرف نقشبندی شغلوں کی تلقین فرماتے اور انکو بڑی تحقیق و خوض سے نقشبندی طریقے کے سلوک میں کمالات والے درجات تک پہنچاتے۔ یہ نقشبندی طریقہ ہمارے اس زمانے میں زیادہ اور کثرت سے جاری ہے اور آگے بھی آپ کا قادری طریقہ زیادہ پھیلا ہوا ہے اس وجہ سے قادری طریقے کے شغل پہلے بیان کئے جاتے ہیں۔

## قادری طریقے کے ذکر کی ترتیب

اس ذکر کو شروع کرنے کا وقت مغرب کی نماز کے بعد ہے اس کی ترتیب اس طرح ہے کہ وضو کر کے مغرب کی نماز پڑھے اس کے بعد دونوں گھٹنے، بچا کے قبلہ رو ہو کر بیٹھ جائے اور اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے اور گیارہ بار سورۃ اخلاص (قل هو اللہ احد) پڑھے اس کا ثواب حضرت غوث الثقلین کریم الطرفین شیخ الشارح محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو بخشے اور اس کے بعد اپنی آنکھیں بند کر کے دل کی توجہ و حضور کیساتھ مرشد کی صورت کا تصور کرے جہر یا بلند آواز سے لا الہ الا اللہ کا کلمہ ایک ہزار مرتبہ تسبیح کے دانوں پر گن کر پڑھے اور ہر سو 100 کے آخر میں کلمہ شریف کھل کرے یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کہے اس ذکر کے وقت صدقہ دل سے یقین کر کے جانے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ واحد و تنها ہے اس کے سوا دوسرا کسی کا وجود و ہستی نہیں ہے اور ذکر کرتے وقت دل میں دوسرے خیالات و خطرات اور دوساں کو آنے نہ دے لیکن اگر کسی وقت دوسرے خیال خطرے اور دوسوے دل میں پیدا ہو جائیں تو یہ اسم پاک "یا فعال" تین بار زبان سے آہستہ آہستہ کہے کہ دل سے خود بخود فالتو خیالات و دوساں اتر جائیں گے۔ لیکن اگر پھر بھی کسی وقت طالب کے دل میں خیال و دوسوے پیدا ہوں تو یہی مذکورہ اسم پاک مندرجہ بالا ترتیب سے پڑھے گا تو اس کی برکت سے تمام خیالات و خطرے دل سے محو ہو جائیں گے اس لئے کہ یہ اسم "فعال" اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسمائے حسنی میں سے ایک اسم ہے اس لئے طریقت کے

مشائخ و اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے طالبوں کے دلوں سے خطروں اور دوسووں کے غبارات اور مٹی کو بنانے کیلئے اسی اسم پاک کے ورد کا ارشاد کیا ہے ذکر کے شروع شروع کے دنوں میں اس فقیر (مرشدنا حضرت غلیفہ محمود علیہ الرحمہ) کو ذکر کے دوران دل میں دسو سے اور خطرے پیدا ہوتے تھے پس آپ (حضرت مرشدنا چیر سائیں روئے دھنی رضی اللہ عنہ) نے مجھے ان دوسووں کو دفع کرنے کیلئے اسی اسم پاک کے پڑھنے کا ارشاد فرمایا پس آپ کے اس امر فیض نظر کی برکت سے اس اسم پاک کی ورد کی وجہ سے تمام خیال و خطرے دل سے ہٹ کر گم ہو گئے اور پھر نہ ہوئے

اس تسبیح کے پورے ہونے کے بعد ”الا اللہ“ ہزار بار پڑھا جائے اور اس کے بعد ”اللہ“ ہزار دفعا اور اس کے بعد ”ھو“ ہزار مرتبہ پڑھا جائے اس طرح سے جب ذکر کے یہ چار ہزار کلمے پورے کئے جائیں تو پھر اربعے میں بیٹھ کر دل کی جانب متوجہ ہوا جائے جو کہ بائیں پستان سے دو انگلیاں نیچے ہے۔

اس مراقبے میں بڑے خیال و توجہ سے اللہ کے اسم مبارک کی صورت کو قلب (دل) پر نقش کرنے میں مشغول ہوا جائے کہ یوں قلب میں حرکت و جنبش پیدا ہووے۔

جب قلب میں حرکت کا جاری ہونا معلوم ہووے تو پھر اس برکت والے اسم اللہ کو مکمل خبرداری و کوشش سے قلب (دل) پر بار بار دہرایا جائے اور تکرار کیا جائے (یعنی یوں محسوس کیا جائے کہ دل ہر حرکت سے اللہ اللہ کہہ رہی ہے) کہ جیسے یہ اسم مبارک اللہ قلب (دل) پر اس طرح نقش ہو جائے کہ گویا پتھر پر منقش ہو گیا ہے۔ اس مراقبے کی حالت میں خیالات و دوساوس کو دل میں جگہ نہ دی جائے بلکہ سکون کیساتھ اس اسم مبارک ”اللہ“ کے تصور میں مشغول ہو جائے مراقبے کے علاوہ بھی اٹھتے بیٹھتے، تنہائی میں خواہ خلق کیساتھ ہونے کی حالت میں یہ نہایت خبرداری سے اس اسم مبارک اللہ کے تصور سے اپنے دل کو ہمیشہ مشغول رکھے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے ذاکرین بندوں کی وصف اس طرح بیان فرمائی ہے ان فی خلق اسموت والارض واختلاف اللیل والنهار لآیات لا ولی الا للہ الذین یذکرون اللہ فیما وہ علیٰ جنوبہم یعنی: بیشک آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں اور راتوں اور دنوں کے اختلاف میں (یعنی ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں) اور جانے میں دانشوروں کیلئے نشانیاں و عبرتیں ہیں یہی اللہ تعالیٰ کو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے یاد کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ایسے ذاکر بندوں کیلئے اس سے بڑھ کر دوسری کوئی بھی خوش نصیبی اور دولت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو خوشخبری دینے کیلئے اپنی ”فاذ کرون فی اذکروکم“ کی نعمت سے خطاب کیا ہے (یعنی پس تم مجھے یاد کرو تو میں تمہیں یاد کروں) اس لئے طالب کو چاہئے کہ خود کو اذکار و افکار میں زیادہ مشغول رکھے کہ اس طرح یہ ذکر سارے جسم میں جاری ہو جائے ذکر کے جاری ہونے کے بعد طالب میں دو حالتیں ظاہر ہونے لگیں گی۔ یعنی کبھی اسے ”قبض“ (۱) والی حالت، دگی اور کبھی بط (۲) والی حالت۔

(۱) قبض یا سنی کسی چیز کا بند ہونا، جسے اوقات میں مالک ہر کچھ مصلحتوں کے سبب عبادت کے کاموں میں ملتے جلتے ہوتا ہے جس وجہ سے مالک کی طبیعت ملول ہو جاتی ہے (مترجم)

(۲) بط یا سنی کسی چیز کا بند ہونا، جس وقت مالک ہر مذہب و مصلحت کی باتوں کے اثر ظاہر ہونے لگتے ہیں جس وجہ سے اس سے مالک کے دل کفر و کفرت لگتی ہے (مترجم)

یہ سب کچھ، جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اسم قابض اور باسط کا اثر ہے۔ جو کہ دونوں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں پہلے اسم کا اثر انقباض (بند ہو جانا) اور دوسرے اسم کا اثر انبساط (کھل جانا) ہے یاد رکھنا چاہئے کہ ان دونوں اسموں کے اثر والی حالتیں، ہر وقت طالب میں موجود ہیں مگر طریقت میں داخل ہونے سے پہلے ان اسماء کی تاثیر و اثر اسکی غفلت و بے خبری کے سبب اسے سمجھنے اور محسوس کرنے میں نہیں آتی جیسے کہ انسان کی زندگی کی دو حالتیں ہیں مثلاً وہ کسی وقت خوشی میں ہوتا ہے تو کسی وقت دکھ میں لیکن ایسے لوگ ان اسماء کی تاثیر کو پرکھ نہیں سکتے، اس لئے کہ یہ بیمارے ”حال“ والے علم سے بے نصیب ہونے کے سبب انجان ہیں ہاں جب طالب طریقت میں داخل ہوتا ہے اور اپنے قلب (دل) پر خبرداری و ہوشیاری کیساتھ نظر رکھ کر توجہ کرے گا تو پھر اس وقت ان دونوں اسموں کی تاثیر معلوم ہوگی یعنی کسی وقت اس پر اسم ”قابض“ غلبہ کرے گا اور کسی وقت اسم ”باسط“ اس پر غالب رہے گا۔ جب طالب کے دل پر قبض کی حالت ظاہر ہو تو پھر اسے چاہئے اس کو ٹالنے اور دور کرنے کیلئے بڑی کوشش اور ہمت سے کام لے۔ کیونکہ ذکر کے قبض کے بعد قلب میں جو پریشانی و بے آرامی پیدا ہوتی ہے اسے فقط اپنی ہمت و کوشش سے ہی دفع کیا جاسکتا ہے اور ایسا کرنے سے طالب کی صداقت ظاہر ہوتی ہے اس سلسلہ میں حضرت پیر سائیں (روضی دہنی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بیت فرماتے تھے

### بیت (سندھی)

دو تھیں جس لادور کچ پر انہوں پندہ تھو

پانان پئی پر دکھ دو حائیں و تری

جب کوئی پست ہمت اور کم قوت والا آدمی اپنے اندر ”قبض“ کا اثر دیکھتا ہے تو اپنی کوشش و ہمت کو چھوڑ کر مایوس ہو کر بس کر کے بیٹھ جاتا ہے ایسے لوگوں کیلئے کسی بزرگ نے کہا ہے۔

### بیت

ہمت بلند باید عشاق مست سے را

مرد خیس ہمت در عاشقان تکجود

یعنی: مست شراب پینے والے عاشقوں کو بلند ہمت ہونی چاہئے بے ہمت لوگوں کی عاشقوں میں محبتیں نہیں ہے۔

حضرت پیر سائیں رضی اللہ عنہ مزیدی یعنی شروعاتی طالب کے حال کے موافق ”قبض“ و ”بسط“ متعلق اس طرح مثال دیتے تھے کہ دونوں حالتیں مبتدی طالب کیلئے چھوٹی بدلی کی طرح ہیں ”قبض“ والی بدلی تیزی سے ظاہر ہو کر اور فوراً گم اور محو ہو جاتی ہے۔ اور ”بسط“ والی آہستہ آہستہ ظاہر ہوتی ہے اور یہ آہستہ آہستہ گم ہونے لگتی ہے۔

”بسط“ کے ظہور کے وقت طالب کو خوشی و فرحت حاصل ہوتی ہے اور پھر اس کے غائب یا بند ہونے کے وقت غمگین و مایوس ہوتا ہے



اے میرے دوست! اس ذکر کی ترتیب اور بیان کر آئے ہیں اب اس ذکر کا معنی و مطلب بیان کیا جاتا ہے

## (۱) لا الہ

ذکر کا حق یہ ہے کہ اسکے معنی و مفہوم کو اچھی طرح ذہن نشین کیا جائے۔ جیسا کہ ”لا الہ“ کے کہنے سے ماسوائے اللہ کے اپنے دل کی محنت سے اس قدر متادے اور دھودے کہ صدیوں کی صدیاں اور سالوں گزر جائیں تب بھی یہ یاد کرنے سے بھی دل کی طرف نہ آئیں اس طرح سے جب دل کی محنت سے یہ سب غیر مٹ کر اور محو ہو گئے تو پھر یہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائیں گے (۱) اس کے بعد غیب مطلق کی پاکی سے حجاب کا پردہ ہٹا کر بے نقاب ہو کر اس قید والے وجود میں ”الا اللہ“ کا جمال ظاہر ہو کر جلوہ کرے گا اسی وقت سالک پر ایسی تو خوشی کی لہر چھا جائے گی کہ گویا کسی پیاسے انسان کو بیابان و صحرا میں میٹھے پانی کا تالاب نظر آئے اور پھر اسکی خوشی کی کوئی حد ہی نہ رہے، اس سلسلہ میں سید عبد الکریم شاہ طبری قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا ہے

### بیت

بیر پر بندہ سخی خیرا ایندے لعلی اج  
دیرے منجھ ج کر لدھی رت اکار نہیں

اس بیت کا مطلب و مقصد یہ ہے کہ جو طالب و سالک اس دنیا کے بیابان و جنگلات میں طلب کے میدان میں پیاسے ہیں اور جب انکی نظر کا نشان وحدت کے مقام پر پڑتا ہے تب وہ کثرت کے آئینوں سے وحدت کے مقام کا نظارہ و مشاہدہ دیکھ کر خوشی میں نہیں مارتے۔ حضرت پیر سائیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقے والے طالبوں کو بھی طریقت کے سیر میں ذکر کے شروع کرتے ہی یہ مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اس سلسلہ میں مجدد جابی قدس سرہ نے اپنے اس شعر میں کتنا خوب اشارہ کیا ہے۔

درد دیوار من آئینہ شود از کثرت شوق  
ہر کجای مگر روئے ترا ی یمن  
یعنی میرے درد دیوار کثرت شوق سے آئینے بن گئے ہیں جس طرف دیکھتا ہوں کہ تو ہی نظر آتا ہے

## (۲) الا اللہ

”لا الہ الا اللہ“ کی تسبیح پوری ہونے کے بعد طالب جب ”الا اللہ“ کے ذکر کرنے میں مشغول ہوتا ہے تو اس وقت سب چیزوں اور وجودوں کو نفی کر کے ان کو نیست و نابود جان کر وحدت کے اثبات کا بیان و اقرار کرتا ہے اور اس وقت اس کی نظر میں کثرت بالکل گم و غانی ہو

(۱) لا الہ کا اشارہ عالم ماسوت کے باطل معبودوں کی طرف ہے جس لئے کہ جس عالم میں انسان رہتا ہے اُسے عالم ماسوت کہا جاتا ہے (ترجمہ)

جاتی ہے۔ اور اسے واحد حقیقی جل شانہ کے وجود کے علاوہ دوسری کسی چیز کا وجود شہود نظر نہیں آتا یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا نہ دوسرے کسی کی ذات ہے اور نہ دوسرے کا وجود ہے

”بیت“

کجا غیر کہ غیر کہ نقش غیر  
ماسوی اللہ واللہ ما فی الوجود

یعنی غیر کون غیر کا نقش کون۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کی قسم کہ وجود میں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا کوئی بھی نہیں ہے! (۱)

(۳) اللہ

الا اللہ کے بعد ”اللہ“ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذاتی اسم ہے، جو سب اسماء خواہ صفتوں اور شیونات کا جامع ہے۔ جب طالب، اس اسم پاک (۲) کے درمیں مشغول ہوتا ہے، جب خود اس اسم اور دوسرے اسم، وصفات اور شیونات کی صفت لیتا ہے، جب ان سب کا اپنے وجود میں مشاہدہ کرتا ہے تب اس عالم اور اس جہاں کے مظاہر دخیلی انوارات کا مطلع و آئینہ ہو جاتا ہے اس باب میں سید محمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی نہ راز سے اشارہ کیا ہے۔

بیت

مجھے کہ طلسم اوست عالم مانیم  
اے آنکہ توئی طالب اسم عظیم  
ذات کہ صفات اوست آدم مانیم  
ازما بگذر کہ اسم اعظم مانیم

یعنی۔ جہاں کہ اس کے طلسم کا خزانہ ہے وہ ہم ہیں، آدم کہ وہ اس کی ذات کی صفت ہے وہ ہم ہیں تو جو کہ اسم اعظم کا طالب ہے۔ ہمارے ہاں سے گذر (یعنی ہمارے پاس آ) اس لئے کہ ہم ہی اسم اعظم ہیں۔ (۳)

(۴) ھو

اللہ کے اسم مبارک کے ذکر کے بعد ”ھو“ کے ذکر کرنے میں مشغول ہوا جاتا ہے۔ اس لئے اس کا معنی سمجھنے میں فکر کی جائے۔

(۱) جب مالک عالم، اوست کے سارے باطن مجبوروں کوئی کرنے کے بعد اس منزل سے ابراہیم عالم کثرت کی طرف رخ کر کے ”بالا الف“ کا فاکل قریبی ہوتا ہے پس ذکر کرنے وقت دل میں یہ راہور کے لاکر ”لا ھو“ ”لا ھو“ ”لا ھو“ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا کوئی موجود نہیں ہے (ترجمہ)

(۲) ”بالا الف“ کے بعد مالک عالم جبروت کی طرف رخ کرتا ہے ”اللہ“ میں نا لکیر کلی صفات کی نسبت اس ذات پاک کی طرف جاتا ہے کہ اللہ جامع ہے کہ یہ صفات اس کی مانند قائم ہیں۔

(۳) مالک سے جب صفات کے پردے ہٹ جاتے ہیں تب وہ جبروتی مکان سے عروج کر کے وحدت میں عالم کثرت کی طرف آتا ہے اس وقت ”ھو“ ”ھو“ ”ھو“ کہنے والا ہوتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ دوسری کوئی بھی چیز نظر نہیں آتی (ترجمہ)

اس کلمے کا اشارہ ذات "ہویت" کی طرف ہے یعنی اشارہ کرتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ یہ ذات ہے جو کہ سب شیوات و اعتبارات سے خالی و مجرد ہے، پس طالب اسی کلمے کے ذکر کے وقت سب شیوات و اعتبارات سے خالی و تنہا ہو کر حق تعالیٰ کی ذات "ہویت" میں محبوب جاتا ہے کہ یہ ذات بے مثل ہے اب بھی ایسے ہی ہے جیسے اصل سے ہے۔

اے دوست! اس کلمے کا مطلب اور اس کا معنی سمجھنے کیلئے کسی مقبول اور حق تعالیٰ کے محبوب بندے کی درکار ہے کہ وہ اس کلمے کے راز کا معنی و مطلب کھولے اور حاصل کرے یہ راز مرشد کامل اور مربی مکمل کے رابطے کے سوا کوئی بھی حل نہیں کر سکتا (۱)

اس سلسلہ میں دانائے راز حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنا اچھا کہا ہے

### بیت

آئینہ سکندر جام جم ست بگر  
تاہر تو عرض دار احوال ملک دارا

یعنی: سکندر کا آئینہ جمشید کا پیالہ ہے دیکھ کہ تجھ پر دارا کے ملک احوال ظاہر ہوتے ہیں۔

جب طالب اپنے وجود کو مرشد کی صورت میں تبدیل کر دیکتا تب خود کو مرشد سمجھتا رہے گا اور خود کو یمن مرشد سمجھ کر اس طرح کہتا رہے گا

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی

تا کہ نہ گوید بعد از من دیگر من تو دیگری

یعنی: میں "تو" ہوں اور تو "میں" ہوا میں جسم ہوا اور تو جان ہوئی اس کے بعد کوئی اس طرح نہ کہے کہ تو اور ہے اور میں اور ہوں۔

جب طالب کا پورا پورا رابطہ مرشد کی صورت کیساتھ پیدا ہوگا۔ جب طریقت، حقیقت اور معرفت کی کمالتیں اور معانی جو کہ مرشد کو مشاہدہ میں آئی ہوں گی یہ سب ایک ہی وقت پر طالب کو حاصل ہوں گی۔

اے طالب! مرشد کی صورت کو اندر میں تصور میں لانے اور رابطہ رکھنے کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہے، پس جو شخص ایسی کشتی میں چڑھ کر سوار ہوگا۔ وہ دنیا و آخرت کی آفات و وساوس اور خطروں کی بیماریوں سے امن میں رہے گا۔

چہ غم دیوار است را کہ باشد چوں تو پشتیبان

چہ باک از موج بحر آزا کہ باشد نوح کشیمان

یعنی: اس امت کی دیوار کو کیا غم جب تجھ جیسا اس اک پشت پناہ ہے، سمندر کی لہروں کا ان کو کیا خوف جب حضرت نوح علیہ السلام اس کی کشتی کے کشیمان ہوں۔

حضرت حمزہ سائیں رضی اللہ عنہ مرشد کی صورت کے رابطہ رکھنے کی مثال اس طرح فرماتے تھے کہ حاجیوں کو حجاز کے سفر پر جانے کیلئے

(۱) اس سلسلہ میں "نوح" کے اسم کے متعلق مزید تفصیل کیلئے اگر کوئی طالب چاہے تو شیخ محمد باقر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اخبار الانبیاء سے شیخ عبد اللہ بن ہامز رحمۃ اللہ علیہ کے احوال میں اس "اسم" "نوح" کے بارے میں مفصل احوال دیکھ سکتا ہے (مترجم)



سزشتیں تب تک ہیں جب تک وہ جہاز میں سوار ہوں سوار ہونے کے بعد تو جہاز کو سز کرنا ہے۔

اے دوست! اسی وجہ سے تو اس بات کو سمجھ کہ حضرت پیر سائیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقے والوں کو جذب و موصبت (یعنی ریاضت کے بغیر) دانی نعمتیں، مجلس انگی صورت مبارکہ کے رابطے کے سبب سے عطا ہوتی ہے۔ اس لئے کہ آپ مراد ہیں نہ مرید بلکہ میں تو حیرت میں ہوں کہ آپ کیا چیز ہیں اور میں کیا ہاؤں۔

نہ بشر خوانست اے دوست نہ حور نہ پری

ایں ہمہ برتو حجاب ست تو چیزے دیگر

یعنی: اے دوست میں تجھے نہ بشر کہوں نہ حور اور نہ پری یہ سارے تیرے اوپر پردے ہیں، حقیقت میں تو کوئی چیز ہی دوسری ہے آپ کے مرید جو آپ سے طریقت میں فیضیاب ہوئے ہیں وہ بھی صاحب مراد ہیں نہ مرید۔ جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے سرور کائنات فخر موجودات حضرت رسول ﷺ کو نیند سے جگا کر اپنے معراج کا شرف بخشا اسی طرح سے اس طریقے مبارک سے ہدایت اور فیض حاصل کرنے والوں اور باطنی فائدے لینے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے بے کراں و بے انداز بخششوں اور احسانات کیساتھ کسب و ریاضتوں کی محنت کے بغیر اپنے مقرب بندوں کی منزل تک پہنچاتا ہے۔ اس لئے کہ آپ کے ارادتمند مریدیں جرب و کشش اتنی ہے۔ کہ ان پر سلوک کی راہیں از خود ظاہر و میاں ہو جاتے ہیں (ذالک فضل اللہ یوتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم)۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے سطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اے طالب! میں جس بات کا ذکر کرنے والا تھا اے چھوڑ کر کہاں سے کہاں جا نکلا۔ اب پھر اصل مقصد و معنی کا ذکر کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ سلوک کے فن و علم سے جو غلام اور مقصود ہے وہ ہے دل کی صفائی اور نفس کی پاکیزگی۔ اس لئے کہ انسان کے سارے جسم کا دار و مدار قلب پر ہے جو کہ بائیں پستان کے نیچے ہے جس کی صناعت و ساخت کی شکل صنوبر جیسی ہے اور صوفیوں کی اصطلاح میں اسے مصفہ کہتے ہیں اس کے متعلق حدیث پاک میں اس طرح آیا۔

”الْأَفْئُ خَسِدَ بَنِي آذَمَةَ لِمُصْفَاةٍ إِذَا صَلَحَتْ صَلَّحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ إِلَّا وَجْهِي

القلب“

یعنی: خبردار بیشک آدم کی اولاد کے جسم میں ایک مصفہ (گوشت کا ٹکڑا) ہے اگر وہ صحیح و سالم ہے تو پھر کل جسم سالم ہے اور اگر وہ فاسد ہے تو پھر۔ ارا جسم فاسد ہے خبردار! وہ قلب (دل) ہے۔

جیسا کہ سلوک کے سب طریقوں کا مدار اور بنیاد قلب کی اصلاح اور فساد پر موقوف ہے تو پھر جاننا چاہئے کہ طالب کو کبھی خواہ جزوی کمالیتوں کا حاصل ہونا اس شغل پر موقوف ہے۔

اس لئے طالب کو چاہئے کہ اپنی مکمل ہمت و کوشش اس شغل کو پکانے میں صرف کرے یوں اس شغل کے مقام کی کمالیتیں ظاہر ہوں

اور کالیوں کی غلطیوں سے نوازا جائے۔ یہ ساری نعمتیں ذکر کے شغلوں سے متعلق اور موقوف ہیں۔

طریقت کے مشائخ نے بھی اس ذکر کے شغل کو پسند کیا ہے وہ بھی اسی ذکر کے شغلوں میں مشغول رہتے تھے اور طالبوں کو بھی اسی ذکر کا شغل سمجھاتے تھے۔

اس ذکر کے کتنے ہی طریقے ہیں چار ہزار کے شغل کی ریاضت کے بعد اپنے مرشد کے امر اور اجازت سے پھر دوسرے شغل کی ریاضت میں مشغول ہونا چاہئے۔

## شغل دوم يَا اللّٰه يَا هُوَ

یہ شغل بھی قادری طریقے کے اشغال میں سے ہے۔

اس فقیر (مرشدنا حضرت خلیفہ محمود علیہ الرحمہ) کو اس شغل کی ریاضت کے متعلق اپنے مرشد پاک سے اس طرح ارشاد و اجازت ہوئی ہے۔ کہ ہر نماز کے بعد ایک سو (۱۰۰) مرتبہ ”یا اللہ یا ہو“ کا شغل اس طرح سے کیا جائے جیسے ”یا اللہ“ کے اسم کو دل (قلب) سے کھینچ کر ”اللہ“ کی ”با“ کے حرف کو دائیں کندھے پر لا کر پورا کرے اور ”یا ہو“ کے اسم کو اسی دائیں کندھے سے شروع کر کے ”ہزنی“ اور ”روحی“ سے گزار کر قلب پر زور سے ضرب لگائے۔ اس شغل پر بھی بیٹگی کی جائے، جیسے یہ ذکر سارے جسم میں جاری ہووے۔ جب اس ذکر کے سارے جسم پر جاری ہونے کا اثر ظاہر ہونے لگے اور قلب میں حرکت آئے، تب بھی اس شغل کو بالکل نہ چھوڑا جائے جب تک کہ قلب میں تحزُّن کا ملبہ نہ ہو۔ جب کامل مرشد کی توجہ سے اس ذکر کے جاری ہونے کا دروازہ کھل جائے اور قلب میں ذکر بے فکر ہر گزری جاری رہے اس شغل کی ریاضت میں کمالات حاصل کرنے کے بعد اپنے مرشد کی اجازت سے ”پاسِ انفاس“ کے شغل میں مشغول ہونا چاہئے۔ کیونکہ مرشد کی اجازت کے سوا اپنے سراز خود شغلوں میں مشغول ہونے سے کوئی بھی اثر ظاہر نہیں ہوگا اسی لئے سلوک کے طریقے میں باطنی خواہ ظاہری مشغولیتوں میں مرشد سے اجازت لینے کو واجب بلکہ فرض میں شمار کیا جاتا ہے۔

## شغل سوم

## پَاسِ اَنفَاسِ عَلٰی الدَّوَامِ اَللّٰهُ هُوَ

اس شغل کو ”پاسِ انفاس علی الدوام“ یعنی دم (سانس) کا ذکر کہتے ہیں۔ اس شغل کا طریقہ اس طرح ہے کہ اپنے ظاہری حواس (یعنی دیکھنے، سننے، چکھنے، سونگھنے، ملوڑ چھونے) اور باطنی حواس (یعنی دوسے، خطرے اور خیالات) ان سب سے خود کو روکے منہ بند کر کے قلب (دل) کی طرف متوجہ ہو کر مراقبے میں بیٹھ کر اپنے مرشد کی صورت کو دل پر نقش کیا جائے۔ بلکہ اپنے سارے وجود کو مرشد کے حلیہ

دلہاس کے تصور میں لائے ایسے مرشد کے حلیہ کو جذبہ محسوس کرے اور اس میں خود کو مستور و ملبوس محسوس کرے بلکہ اپنے آپ کو اس میں معدوم و محکم دیکھے اور اپنے اندر میں مرشد کی صورت کو موجود اور ظاہر سمجھے۔

اسی تصور و فکر کو لینے کے بعد سانس جب اندر لے تو اس وقت اسم مبارک "اللہ" کو ہونٹ ہلائے بغیر خیال و تصور کے صہموزے و مطرقتہ سے دل کے ٹھہرے پر زور سے ضرب لگائے اور اسم مبارک "عو" کو دماغ سے کھینچ کر ناک سے سانس کو باہر نکالے یا در ہے کہ منہ بالکل بند ہووے۔

اس شغل کے شروع کرنے کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے اور اس کا ذکر ایک ہزار مرتبہ کرنا چاہئے، جس کے لئے تسبیح استعمال کیجائے اس کے علاوہ روزانہ فجر کی نماز کے بعد پانچ سو (500) بار اس طرح سے ذکر (ریاضت) کیجائے لیکن فجر کے وقت تسبیح استعمال نہ کی جائے اور فقط دل کے خیال سے رہنا جائے اور خیال خطرے نہ آئیں۔ اس لئے کہ ذکر کے دوران اگر دل میں دوسوے، خیال اور خطرے آتے رہیں گے جاتے رہیں گے تو ذکر دل پر جاری نہ ہو سکے گا، اسی حالت میں اس کا جاری ہونا ممکن نہیں اس وجہ سے طالب کو چاہیے کہ ذکر شروع کرتے وقت خود کو اور خطرات و خیالات کو ذکر کی فکر میں محو کر دے اس شغل کے پکانے میں (ریاضت) اس طرح محنت و کوشش کی جائے جیسے اپنے جسم کو دی کا سا سمجھے، اس شغل کو اپنے جسم میں ایسا بلوڑے کہ اس سے کھنکھار ہووے

اس جگہ پر فقیر کبیر نے پنجابی زبان میں یہ شعر کتنا ناچھا کہا ہے

بیت

میں مہی تن مائی ہم بلورن ہار، مکھن کبیری کھائی چھا چھہ ہیتی سنار

یاد رہے کہ بعض طالبین کو اس شغل کے پکانے (ریاضت) میں ایک سال، دو سال، تین سال یا چار سال لگ جاتے تھے۔ اس کے بعد ان کو یہ شغل حاصل ہوتا تھا، البتہ ایسا ہے کہ جو کوئی طالب اچھی استعداد و بلند ہمت والے ہوتے ہیں انہیں کچھ وقت کے اندر ہی یہ شغل حاصل ہو جاتا ہے باقی جن طالبین کی طبیعت غمی ہے ان کو بڑی مدت گزرنے کے بعد یہ شغل مشکل سے حاصل ہوتا ہے طالب کو چاہئے کہ جب تک اس کے وجود میں اس شغل کے ذکر نے جگہ نہیں لی تب تک اس ذکر کو نہ چھوڑے کیونکہ اس ذکر کا سلوک میں اپنی جگہ پر بڑا اثر ہے اس لئے جو کوئی طالب اس ذکر پر بیہوشی و مداومت کرے گا وہ بالآخر اپنے مقصد و مراد کو حاصل کرے گا

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس شغل کے حصول کیلئے مرشد کی صورت کیساتھ یگانیت اور رابطے کا ہونا لازمی و ضروری ہے اس ذکر پر ایسی تو بیہوشی کی جائے کہ نہ صرف ذکر پر ملکہ حاصل ہو بلکہ کل وجود میں بھی ذکر ظاہر ہو جائے اس شغل کے حاصل ہونے کے بعد مرشد کی اجازت و امر سے چھوٹوں لطائف کے اشغال میں مشغول ہونا چاہئے

## شغل چہارم

### لطائف ستہ

لطائف یہ ہیں (۱) نفسی (۲) قلبی (۳) روحی (۴) سری (۵) خفی (۶) اخفی۔ یہ شغل نقشبندی سلسلہ کا ہے ان لطائف کا امکان یا جگہ

اس طرح ہے

(۱) لطیفہ نفسی: اس لطیفہ کی جگہ ناف سے دو انگلیاں نیچے کے مناسطے پر ہے

(۲) لطیفہ قلبی: اس لطیفہ کی جگہ بائیں پستان کے نیچے دو انگلیوں کے فاصلے پر ہے

(۳) لطیفہ روحی: اس لطیفہ کی جگہ دائیں پستان سے دو انگلیاں نیچے کی طرف ہے

(۴) لطیفہ سری: اس لطیفہ کی جگہ سینہ درمیان ہے

(۵) لطیفہ خفی: اس لطیفہ کی جگہ پیشانی کا بیچ ہے

(۶) لطیفہ اخفی: اس لطیفہ کی جگہ دماغ کے بالائی حصہ پر ہے یا در ہے کہ ان چھوں لطائف کی ترتیب اور ان کے وقوع کی جگہیں بنوری

مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی بتائی ہوئی ہیں اور آج تک ان کے مریدین میں یہ طریقہ جاری و معروج ہے۔

یہ تقسیم حضرت شیخ المشائخ خواجہ سید آدم بنوری قدس سرہ نے اپنی رائے اور اجتہاد سے ترتیب دی ہے۔

خواجہ صاحب آپ اپنے مرشد حضرت شیخ المشائخ حضرت خواجہ احمد فاروقی نقشبندی قدس سرہ جو کہ امام ربانی مجدد الف ثانی کے لقب سے مشہور ہیں، ان سے اور دوسرے نقشبندی حضرات کے مشرب اور انکی رائے سے اختلاف کیا ہے۔ اس لئے کہ ان حضرات کے مشرب میں لطیفہ سری، خفی، اخفی کی جگہیں مختلف ہیں جیسا کہ ان حضرات کے ہاں لطیفہ سری کی جگہ دائیں پستان سے دو انگلیوں کے فاصلے پر اوپر کی طرف ہے۔

اور لطیفہ خفی کی جگہ بائیں پستان کے اوپر دو انگلیوں کے فاصلے پر ہے اور لطیفہ اخفی کی جگہ سینے کے بیچ پر بائیں پستان کی طرف جھکی ہوئی ہے اور لطیفہ نفسی ان بزرگوں کے ہاں لطائف کے شمار میں نہیں ہے۔

یہ حضرات اپنے مریدوں کو نوا دہتا کے بعد پانچ لطائف کو اپنی اپنی جگہوں پر جدا جدا طریقوں اور خلعتوں اور انعاموں سے انہیں مشرف کر کے اس کے بعد لطیفہ نفسی کو چاروں عناصر کیساتھ دماغ میں نفا کرتے ہیں جو کہ شکر کی جگہ ہے۔

ان حضرات کے مریدین و طالبین کو ہر ایک لطیفہ کی تکمیل و پکانے میں سالوں گزر جاتے ہیں۔ اور انکو بڑی بڑی مشقتیں جھیلنی پڑتی ہیں بلکہ کتنے طالبوں کو تو اوّل دو دم، سوم شغل کی تکمیل و ریاضت میں عمر گزر جاتی ہے۔

اور جو طالب بڑی ہمت والے ہیں اور انکی استعداد قوی ہے وہ تھوڑے عرصہ میں سارے لطائف کو پوری جذب و کمالیت کیساتھ

حاصل کر لیتے ہیں

صونی نکلند صانی تا در نکلند جانی  
بسیار سفر باید تا پختہ شود خانی

یعنی صونی جب تک شراب کا پیالہ نہیں پیتا تب تک صاف نہیں ہوگا کیونکہ خام صونی کو پختگی کیلئے بہت بڑے سفر کی ضرورت ہے (۱)۔

یاد رہے کہ حضرت خواجہ آدم بنوری قدس سرہ نے اپنے مرشد حضرت خواجہ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی کامل توجہ سے سارے لطائف کو اچھی طرح سمجھ کر انکی تکمیل حاصل کی تھی۔ اس وجہ سے حضرت خواجہ بنوری قدس سرہ نے اپنی فکر و اجتہاد سے طالبین و سالکین کو فوری طور پر سلوک کی سب منزلوں تک پہنچانے کیلئے چھوٹی لطیفوں کی راہ کو پسند فرمایا۔ اور آپ کے طریقے والے مشائخ نے بھی آپ کی پیروی کر کے اس روشن راہ کو اختیار کیا۔ اسی لئے انہوں نے اپنے مریدوں کو ایک ہی توجہ و صحبت سے ان سارے لطائف کی کمالیت سے انہیں شرف کرتے تھے۔

انکی توجہ مبارک کی تاثیر یہ تھی کہ سارے لطائف جو خواہ بھل ہوں یا منسل، ان سب کے مقامات و درجات ایک ہی توجہ سے انہیں ہوتے تھے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ لطیفہ نفسی کو چاروں محاسن کیساتھ دماغ میں فٹا کراتے ہیں۔

لیکن حضرت خواجہ بنوری قدس سرہ لطیفہ نفسی کو جو کہ ناف تلے ہے جو کہ گندی و غلیظ جگہ ہے اس میں فٹا کراتے ہیں اس پر غور کرنے سے پتہ چلے گا کہ آپ کی ہمت و توجہ کی شان کتنی نہ بڑی ہے کہ غلیظ و گندی چیز کو لطیفہ مذکورہ میں ختم کر کے ایک ہی جیسے میں ڈال کر اندر سے کلی گندگیاں نکال کر پاک و صاف کرتے ہیں۔ یہ سارا کچھ اس کے عشق و محبت کی سوزش کا غلبہ ہے۔ جو کہ عشق کی آگ کے شعلہ سے پتھر و موم کو پگھلا کر اندر سے غلاعت کو نکال دیتا ہے۔

کتاب خلاصۃ المعارف جو کہ حضرت خواجہ سید آدم بنوری قدس سرہ کی تصنیف کردہ ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ”وحدت الوجود“ کے مشرب میں حضرت خواجہ عبید اللہ اصرا قدس سرہ کی رائے اور مشرب کیساتھ موافقت رکھتے ہیں۔ حالانکہ آپ اس مسئلہ اپنے مرشد حضرت خواجہ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ و رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرب ”وحدت الشہود“ سے اختلاف رکھتے ہیں۔

کیونکہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ ”وحدت الشہود“ کے قائل تھے اس سلسلہ میں اگر کوئی اعتراض کرے اور کہے کہ خواجہ بنوری قدس سرہ نے اپنے مرشد کی متابعت و پیروی کو چھوڑ کر اپنی رائے پر یہ مشرب کیوں اختیار کیا تو اس کا اعتراض اسکی کج فہمی علم کی کوتاہی اور بے ادبی کے سبب ہے حالانکہ یہ تو آپ کے اجتہاد کی کمالیت کی نشانی ہے۔ بلکہ اپنے مرشد سے عین متابعت و عین موافقت ہے۔ جیسے کہ آپ



کے مرشد حضرت خواجہ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بھی اپنے اجتہاد سے اپنے مرشد حضرت خواجہ محمد باقی با اللہ قدس سرہ کیساتھ "وحدت الوجود" کے مشرب سے اختلاف کیا ہے کیونکہ آپ کے مرشد "وحدت الوجود" مشرب کے قائل تھے اور خود حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اپنی رائے و اجتہاد سے "وحدت الشہود" کے قائل ہیں اسی طرح سے حضرت خواجہ بنوری قدس سرہ کا لفظ "نف وجود" اور شہود کے مشرب میں اپنے مرشد سے اختلاف بھی اسی نوع کا ہے۔

اسلئے اس جگہ بھی اجتہاد کی حالت میں نہ ادب کا ترک ہے اور نہ ہی پیروی و متابعت کی مخالفت ہے بلکہ حقیقت میں متابعت کے عین ادب و عین موافقت میں ہیں۔ اس تفصیل کے باوجود بھی اگر کسی شخص کو سمجھ نہ آئے تو پھر خود جانے اور اسی کی مرضی جیسے کسی بزرگ نے کہا ہے۔

### بیت

توچہ دانی زبان مرغاں را  
چوں نہ دیدی دم سلیمان را

یعنی تو پرندوں کی بولی کیسے سمجھے گا جب تو نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ دیکھا ہی نہیں۔

اگلے مشائخ نے اپنی اپنی تصانیف میں مذکورہ بانی باتوں کے متعلق تفصیل لکھی ہے۔ اور انہوں نے مذہب و ملت کی تحقیق و اجتہاد کے حق میں یہ مثال دی ہے کہ جس طرح تاریخنا شخص کیلئے عصا (لاٹھی) کے بغیر چلنا مشکل ہے مگر جس وقت اسکی آنکھیں علاج کے بعد دیکھنے کے لائق ہوتی ہیں تو پھر اسے عصا لینے کی حاجت نہیں رہتی۔ جب تک مقصد کی بات کی حقیقت کو نہ پہچانا ہو ہاں جب علم کی حقیقت و کمالیت کے حال دور ہے تک پہنچتا ہے اور اسے تاریخنا کی کے مرض سے نجات ملتی ہے اور پرانا آنکھ نصیب ہوتی ہے جہالت کی تاریخی سے نکل کر نور کی روشنی سے مشرف ہوا اور اسی علم سے حق کی معرفت و پہچان نصیب ہوئی تو پھر اس صورت میں یہ شخص اپنی رائے والہام میں اختیار والا ہے اس مرتبے اور درجے تک پہنچنے کے بعد بھی مذہب کے دائرے کو نہیں چھوڑے گا۔

ترک مذہب کے متعلق خواجہ احمد بن محی میری قدس سرہ نے کتنے نہ عمدہ و سہل انداز میں سمجھایا ہے۔ لکھتے ہیں کہ مادرزاد اندھا جس کیلئے عصا پر چلنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے لیکن اگر یہ لاشی کو چھوڑ کر از خود اپنے خیال سے چلے گا تو پھر یہ یقیناً اپنے آپ کو ہلاکت و بربادی میں ڈالے گا مذہب کو چھوڑنے والے کی بھی یہی مثال ہے جیسے ایک بزرگ نے فرمایا:

### بیت

کور مادر کہ تواند رفت راست  
بے عصا کش کور را رفتن خطا است

یعنی: مادر زاد اندھاسید عمارت کیسے لے چلے گا بچے کو بغیر عصا چلنا اس کی اپنی غلطی ہے۔

اس طرح سے مذہب کے مقلدوں و مبتدیوں یا درمیانی درجے کے مریدوں و طالبوں پر لازم ہے کہ اپنے مرشد کے مذہب و مشرب سے باہر نہ نکلیں۔

شاید بلاکت کے گن میں گر کر اپنے کو غرق کرنے چھوڑیں۔

اس سلسلے میں مخدوم عبدالرحیم گرہوڑی علیہ الرحمہ نے اہل بصیرت محققین کے حق میں اس راز کی تشریح و تحقیق اچھے انداز میں فرمائی ہے جیسا کہ اپنے مرشد کی ملفوظات لکھا ہے: **مِنْهَا مَنْ وَصَلَ إِلَى قَلْبِهِ فَهُوَ مُجْتَهِدٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ التَّقْلِيدُ** یعنی: جو شخص قلبی بصیرت کو پہنچا تو پھر اس پر دوسرے مجتہد کی تقلید لازم نہیں ہے بلکہ وہ خود مجتہد ہے۔

”مَا ذُوْنَهَا الْمُجْتَهِدُونَ بِتَلَاوٍ وَالظُّنُونُ“

یعنی: دوسرے مجتہدوں کی بھی اپنے خیالات و آراء ہیں

”وَجَلَّاهُ مَعَ الْمُرْشِدِ عِنْدَ الْإِرْشَادِ فِي بَعْضِ الْجَوَابَاتِ لَيْسَ بِخِلَافِ هَذَا الْمَقْصُودِ بِالْمُرْشِدِ لِلْإِرْشَادِ“

(یعنی محقق مرید کا اپنے مرشد سے کچھ تھوڑی باتوں میں اس کے ساتھ اختلاف کرنا وہ فی الحقیقت مرشد سے مخالفت نہیں ہے بلکہ اس کا یہ فعل مرشد کی ہدایت و فیض سے موافق و از مقصود ہے)

اسی طرح حضرت خواجہ نقشبندی قدس سرہ ذکر جبر میں اپنے مرشد امیر کمال قدس سرہ کے مسلک و مشرب کے خلاف گئے ہیں اس لئے کہ ان کے مرشد کے ہاں ذکر جبر ہے۔ پس جو سالٹ اپنے مرشد کی تقلید میں رہا اور اجتہاد کر رہے کو نہیں پہنچا ہے تو پھر ایسے مرید کا بار اس کے مرشد مجتہد پر ہے۔

اس کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے کسی شخص کا بیٹا بیمار ہے پس اسکی دوا درمان کا بار اس کے باپ پر ہوتا ہے۔

اب اصل مقصد پر آتے ہیں۔ ان چھوں لطائف کے شغل کی ترتیب کی راہ اس طرح ہے

پہلے لطیفہ نفسی (جس کے وقوع کی جگہ معلوم ہے کہ وہ ناف سے دوا لچ تلے ہے) میں سانس کو پوری توجہ و خیال کیساتھ بند کر کے یا روک کر ”اللہ“ کے اسم کو اس میں بار بار تکرار کرتا ہے یا ہر اتار جائے اور جب دیکھے کہ سانس کو روکنے سے اندر میں گھٹن و تکلیف پیدا ہوتی ہے تو پھر ناک کی دائیں طرف چھوٹی شاہد انگشت رکھکر ناک کی بائیں طرف کی ٹانٹ (۱) یا چھوٹی سے آہستہ آہستہ سانس کو خارج کرے یا چھوڑے اس کے بعد لطیفہ قلبی میں بھی مندرجہ بائی ترتیب اور اسی راہ سے اس اسم ”اللہ“ کا تکرار کرے اس کے بعد پھر اسی اسم ”اللہ“ کو مذکورہ ترتیب کے ساتھ لطیفہ روحی لطیفہ سری لطیفہ خفی لطیفہ انہی دہراتار ہے یہ سارے لطائف قلب کی طرح ذکر کی جگہیں ہیں یہ لطائف سالکین و طالبین کو طریقت کی راہ میں ولایتوں کے مقامات میں عروج پر پہنچانے کے ذریعے ہیں اس لئے سالک کو چاہئے کہ مراتب کی

حالت میں قوی ہمت و بردباری کیساتھ اپنے آپ کو سب ظاہری خواہ باطنی حواسات سے روکے۔ لطائف کے ورد شروع کرتے وقت اپنی (دم) سانس کو اچھی طرح روکے۔ مراقبہ کی حالت میں اسم "اللہ" کو کم از کم تین بار تکرار کر کے دہرایا جائے اور اگر سانس کو روکنے یا بند کرنے سے اندر میں گھٹن یا تکلیف ہو تو اس کے لئے اوپر بتائی ہوئی ترکیب پر عمل کرنا چاہئے۔ جب اسم "اللہ" کا تکرار سارے لطائف پر تین تین بار ہو جائے تو پھر اسم "اللہ" کو لطیفہ خفی سے سمجھ کر لطیفہ اخفی پر لا کر کے پانچ بار تکرار کیا جائے اگر اسم "اللہ" کا تکرار دوسرے لطیفوں میں پانچ پانچ بار ہو تو پھر لطیفہ اخفی میں سات بار تکرار کرنا چاہئے۔ مطلب کہ جیسے دوسرے لطائف میں "اللہ" کے نام کے تکرار کو طاق حالت میں سانس کو روکے رکھنا یا بند کرنا شرط ہے اور نشہ و برخواست کی حالت میں یہ شرط نہیں ہے محض دل کے خیال سے جمہوں لطائف میں اسم "اللہ" کا تکرار کیا جائے اس کے علاوہ رات کو سوتے وقت بھی بسترے پر نیند کرنے سے قبل سبھی لطائف پر اسم "اللہ" کا تکرار ایسی پابندی سے کیا جائے۔ جیسے قرآن شریف کا ورد روزانہ بلا ناغہ کیا جاتا ہے (۱) اسی طرح سے نیند سے بیدار ہوتے وقت (بسترے سے اٹھنے سے پہلے) بھی سارے لطائف جسم میں قلب (دل) کی طرح جنبش و حرکت میں آجائیں بلکہ قلب کی حرکت سے بھی زیادہ جنبش و حرکت پیدا ہو جس طرح پرندہ ہوا میں تیزی سے اڑتا ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ یہ لطائف باطن کے علم کو حاصل کرنے میں تیز حروف کی مانند ہیں جیسے الف با (اب) کے تیس حروف ہیں۔ ویسے یہ لطائف بھی باطن کیلئے ایسے ہی ہیں جب سالک کو ان لطائف کے ذکر کی چنگلی نصیب ہوگی تو پھر کچھ سالکین کو تو ذکر کرتے وقت لطیفوں کے عروج و جزبے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور اسی وقت پر ربوبیت والوہیت کیساتھ دائمی تعلق ہونے کی وجہ سے ان لطائف کی جگہ پر یا ان کے گرد صفاتی خواہ ذاتی تجلیات کا سورج لالہ روشن ہوتا ہے۔ اس روشنی والے سے مختلف رنگ پیدا ہو کر دیکھنے میں آئیں گے اور اس وقت سالک کو بے انتہا شوق و بے قراری بڑھ جاتی ہے اور اس جگہ پر سالک کو جذب و موصبت کا حال بھی نصیب ہوتا ہے بلکہ بعض ایسے بھی خوش نصیب طالب ہیں جن کی طبیعت کی استعداد قوی ہے اور جو کہ بڑی ہمت و نصیب کامل کے مالک ہیں انکو (ایسوں کو) لطائف کی کلی خواہ جزوی کمالیتیں اصلی ہوں خواہ ظلی اور نیز ان کمالیتوں کے مشرب اور نیز اولوالعزم نقشبندیوں کی کمالیتیں ان لطائف کے شغل پکانے کے دوراں حاصل ہوتی ہیں پس گو یہ کمالیتیں انفعالی ہوں خواہ صفاتی خواہ ذاتی ہوں۔ ان کے علاوہ نقشبندی کے دوسرے شغل جو کہ سلوک میں ہیں وہ سب ان سالکین کو اسی شغل کو کرتے وقت نصیب ہوتے ہیں۔

### بیت

|      |     |        |        |     |     |
|------|-----|--------|--------|-----|-----|
| داد  | حق  | را     | قابلیت | شرط | نیت |
| بلکہ | شرط | قابلیت | داد    | حق  | است |

(۱) مذکورہ نامی لوگ قرآن شریف کی تلاوت بہت زیادہ کرتے تھے اور اسی وجہ سے انہیں روحانی انعامات حاصل ہوتے تھے (مترجم)

یعنی: حق تعالیٰ کے انعام و اکرام ملنے کیلئے قابلیت کی شرط نہیں ہے بلکہ شرط ہے اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کے حصول کیلئے خود کو قابل بنانا کتنے طالب جو کہ طبیعت کے غبی اور بے ہمت ہیں، جن پچاروں کی ساری زندگی، ایک لطیفے کے پکانے میں صرف ہو جاتی ہے تب بھی اس ایک لطیفے کا ذکر کا حق اُسے حاصل نہیں ہوتا ایسے غبی طالبوں اور بے ہمتوں کیلئے کسی بزرگ نے فرمایا۔

### بیت

ہمت بلند باید عشاق مست ہے۔ مرد فیس ہمت در عاشقان نکتہ کتنے طالب جو کہ در میانہ قسم کے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ سلوک کی راہ میں صرف کیا ہے، وہ بھی کافی محنت و کوشش سے ان لطائف کو پکا کر ان میں کمالت حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے طالب کو چاہئے کہ جب تک سارے لطائف کا ذکر اس کے وجود میں جاری نہیں ہوتا ہے یا ان میں عروج حاصل نہیں ہوا ہو۔ تب تک دوسرے شغل میں مشغول نہ ہو۔ بلکہ اپنی ساری محنت و ہمت کیساتھ مسلسل اسی شغل کے پکانے میں مصروف رہے۔

اگر سب لطیفوں کے ذکر کا دروازہ بہت سی محنت کے علاوہ بلا فکر کے خود ہی مکمل پڑے تو پھر اپنے مرشد کی اجازت سے ذکر ”سلطان الاذکار“ میں مشغول ہو دے۔

### شغل پنجم

#### سلطان الاذکار ”اللہ“

اس شغل کی ترتیب اس طرح ہے کہ اسم ”اللہ“ کو اپنے خیال سے لطیفہ نفسی سے کمان کی طرح کھینچ کر لطیفہ سری اور لطیفہ خفی سے گزار کر لطیفہ انہی کی طرف لایا جائے وہاں سے پھر اسی اسم پاک ”اللہ“ کو پانی سے پڑ گھرے کی طرح اپنے وجود و جسم پر انڈیل دے۔ اس ذکر کی مشغولی اور تکرار کافی مدت تک کرنا چاہئے یوں یہ ذکر سارے بدن کے بال بال سے جاری ہو دے اس ذکر کے ظاہر ہونے کی خیشانی اس طرح ہے کہ سالک کو جو بھی موجودات دیکھنے میں آئے انسان، حیوان، جبل برگ و ثمر وغیرہ ان سب سے سالک کو اسم ”اللہ“ کا ذکر سننے میں آتا رہے گا۔

اُسی وقت پر ان موجودات کی جنس سالک کو بلا شک و کھنہ میں آئے گی۔ بلکہ شغل حاصل ہونے کے ساتھ سالک کا اپنا وجود بھی ذکر کی لذت اور ذوق کے غلبے اور لطائف کے حاصل ہونے کے سبب محو ہو جائے گا۔ ذکر کے حاصل ہونے سے جذبے میں عروج حاصل ہوتا ہے۔ مطلب کہ جس شخص کو اس شغل کا ذکر نصیب نہیں ہوتا ہے اسے اس شغل کی لذت و چاشنی کی کیا خبر ”مَنْ لَمْ يَذُقْ لَمْ يَذْرِ“ یعنی جس نے چکھا نہیں اس کو لذت کی کیا خبر۔ مطلب کہ جب سالک کے وجود میں یہ ذکر جاری ہو تو پھر یقیناً اس شخص نے سلطان الاذکار کا حق ادا کر کے اس شغل کو حاصل کر لیا۔

اس شغل کے حاصل ہونے کے بعد اپنے مرشد کے امر سے شغل ”نئی اثبات“ میں مشغول ہونا چاہئے۔

## شغل ششم

### نفی و اثبات لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اس شغل کی ترکیب اس طرح ہے کہ دم یعنی سانس کو لطیفہ نفسی میں بند کر کے اور سب ظاہری حواس اور باطنی خطرات و وساوس سے اپنے ذہن کو خالی کر کے پورے خیال اور توجہ سے حرف "لا" کو لطیفہ نفسی سے سمجھ کر دماغ کے اوپر لایا جائے اور "إلا" کو دماغ سے سمجھ کر دائیں کندھے پر لایا جائے اور "إلا الله" کو دائیں کندھے سے سمجھ کر لطیفہ روحی اور لطیفہ سری سے گزار کر "الله" کی "با" کو قلب پر زور سے ضرب لگائی جائے یہ ذکر ایک ہی سانس میں ایک بار یا تین بار یا پانچ بار یا سات بار یا نو بار یا گیارہ بار کرنا چاہئے۔ یعنی جتنا بھی کر سکے لیکن ایک ہی پر پورا کرے۔ اگر اس ذکر کو مزید بڑھا سکے تو ایک سانس میں اسکی آخری حد اکیس مرتبہ ہے۔ سانس روکنے کے سبب جب تکلیف محسوس کرے تو پھر طاق پر سانس خارج کرے اور خیال میں محمد رسول اللہ کہہ کر کلمہ پورا کرے اس کلمہ شریف کی زکوٰۃ پوری ہونے کے بعد طالب کو چاہئے کہ اسی ذکر کے وقت معنی کا خیال رکھے اور "لا" کے معنی میں تصور و فکر کرے اور سوچے کہ کسی بھی چیز کا وجود نہیں ہے اور "إلا" اللہ کے (خیال میں زبان سے نہ) کہنے کے وقت یہ سوچے کہ مگر اللہ تعالیٰ کا وجود ہے جو واحد ہے اور اسکا کوئی شریک نہیں ہے "محمد رسول اللہ" (زبان سے نہیں لیکن خیال میں) کہتے وقت یوں سمجھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا برحق رسول ہے اس ذکر کو اسی ترتیب سے پورا کر کے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتُوبُ اِلَیْکَ وَ اَسْأَلُکَ مَطْلُوْبِیْ یعنی اے اللہ تو ہی میرا مقصود ہے اور مجھے تیری ہی رضا مطلوب ہے طالب کو چاہئے کہ نفی و اثبات کے اس ذکر کے معنی کو اچھی طرح سے سمجھ بوجھ کر اور جو "نفی" ہے اسے نفی کر کے جانے اور جو اثبات ہے اسے مثبت کر کے جانے اور اپنے اندر بھی نفی و اثبات کو صحیح معنی میں پیدا کرے۔

اگر طالب اس شغل کو اچھی طرح سے پکا کر حاصل نہ کر سکا تو پھر دوسرے شغلوں کی حقیقتوں اور معنوں کو بھی سمجھ نہ سکے گا اس لئے کہ یہ شغل یعنی نفی و اثبات کا ذکر دوسرے سارے اذکار کے شغلوں کا منتهی اور خاتمہ ہے اس کے علاوہ اس شغل کے ذکر سے جذبے کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی اور پسندیدگی کی نشانی ہے۔

### بیت

اگر از جانب معشوق نباشد کشش      کوشش عاشق بیچارہ بجائے نرسد  
یعنی: اگر معشوق کی طرف سے کشش نہ ہوگی تو بیچارے عاشق کی کوشش کارگر نہیں ہوگی۔

### بیت

گاہ بر مے ماند و گاہ صرا نبرد برسا



تاند تجد پیش کند یک جذبہ از کبریا

ترجمہ: جنگل میں پڑا ہوا تنکا، پتہ زمیں سے اوپر اڑ نہیں سکتا جب تک کہ تیز ہوا اسے ایک جھونکے سے اوپر نہ اڑائے اس جگہ پر پہنچنے کے بعد طالب اپنی موعوم ہستی سے چمکارہ حاصل کرتا ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کے قرب کے مقامات کے عروج سے مکرم و مشرف ہوتا ہے۔ اس شغل کے حاصل ہونے کی نشانی یہ ہے کہ اگر طالب کا نصیب مددگار دیاور ہوا تو اس ذکر کو ایک ہی دم (سانس) میں اکیس بار تکرار و در کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔

ہاں اگر جذبہ پیدا نہ ہوا تو پھر جانے کہ شغل کا ذکر ابھی جاری نہیں ہوا ہے۔ پس اسے چاہئے کہ عشق کے میدان میں اپنے قدم فریفتگی سے اٹھائے اور اپنی ناکامی کو عین کامیابی اور مراد جانے اور ہمت نہ ہارے۔ اگر سانس (دم) کو بند کر کے اکیس بار ذکر پورا کیا ہو تو پھر سانس کو کھولے اور دوسرے اور دس بڑھائے جائیں کہ یوں اکیس بار ہوں

بیت (سندھی)

دو جھین جھین دوز کچھ پرا ہوں پندہ جھیم

پاٹاں پنے پور ' وکھ و دھائیں و تری

طالب کو چاہئے کہ جب تک اندر میں جذبہ پیدا نہیں ہوا ہے تب تک رات دن اس شغل کے ذکر میں مشغول رہے۔ اور اپنی بد نصیبی پر افسوس و ارمان کرے اور مذکور شغل کے ذکر کو کسی طرح بھی نہ چھوڑے اور ایسا سمجھے کہ اسکی مراد اور مقصد کا شغل یہ ہی ہے اور نیز اللہ تبارک و تعالیٰ کے احسانات و اکرامات کے دروازوں کا بھانپنا بھی اس شغل کے ذکر میں کامیابی حاصل کرنے پر موقوف ہے اور اگر رحمت کے دروازے کھول کر دے تو پھر اس جیسی کوئی نعمت نہیں ہے، اور اگر نہ کھولے تو پس افسوس صد افسوس ہے۔ طالب کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جب تک اپنے اندر سے موعوم ہستی اور وجود کو نہیں گنوائے گا اور دوسرے خطرات، خیالات، وسوس اور ماسوئی کے نکالنے اور بھگانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ تب تک کسی بھی حالات میں جذبہ پیدا نہیں ہوگا اس لئے کہ اس موعوم ہستی کی بنیاد و عمارت کی ابتدا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ السلام سے ہوئی۔ جس وجہ سے ان وسوس اور خطرات کے پیدا ہونے کا سلسلہ آج تک آپ کی اولاد میں چلا آ رہا ہے۔ ان وسوسوں اور خطروں کے درخت کی بڑاتی تو سخت اور مضبوط ہو گئی ہے کہ اسکی جڑیں زمین کے اندر تحت الثریٰ سے نیچے گزر گئی ہیں اور اسکی ٹہنیاں اور پتے بھی آسمان کی بلندی سے اوپر چڑھ گئی ہیں۔ پس اپنی ہستی کے شجر کی جڑیں تو ذکر باہر نہیں پھینکے گا تب تک اذکار کی حقیقت اور کمالیتوں کی منازل اور تجلیات کا مشاہدہ نہیں دیکھے گا۔

بیت

تا بجا روب لا نروبے را

”اللہ“

دوسرائی

رسی

کے

یہی جب تک لاکے جواز دے غیر کی راہ صاف نہیں کرے گا تب تک اللہ کی حویلی میں کیسے پہنچے گا۔

طالب کو چاہئے کہ اس شغل کے حاصل کرنے میں اپنے ہاتھوں کو کوتاہ اور ست نہ کرے بلکہ خود کو طلب اور شوق کے اندر آگے

برجائے ایسے شغل کا شرب حاصل ہووے۔

بیت

دست طلب ندارم تا کام من برآید

یا تن رسد بجاناں یا جان زتن برآید

یعنی تب تک طلب نہیں چھوڑوں گا جب تک مجھے اپنی مراد حاصل نہ ہو یا کہ میرا جسم محبوب کے ہاں پہنچے یا جسم سے جان جدا ہووے

بیت

جان بجاناں دو د اگر نہ از تو بتا ندا جل

تو خود منصف باش حافظ ایں کھو یا آں کھو

یعنی تو اپنی جان محبوب کے سپرد کر نہیں تو اجل از خود تیری سانس قبض کرے گا۔ اے حافظ تو خود ہی منصف بن کہ محبوب کو اپنے آپ

پیش ہونا بہتر یا بذریعہ اجل نہ رہنا بہتر اے طالب صادق! ایک تیرے وجود میں طلب کی آتش کا شعلہ بھڑک کر نہیں جلا ہے اور تیری مویہ ہستی

کے کہ دھار عشق کی آگ میں جل کر راکھ نہیں ہوئے ہیں تب تک خودی والی ہستی سے چھٹکارہ نہیں ملے گا۔

آتش عشق در دروں دروں افروز

خارو خاشاک ہستی ہمہ سوز

یعنی اندر میں عشق کی آگ جلا، ہستی کے سارے خار و خاشاک (۱) کو جلا دے۔ جب تو اپنے اندر ایسی حالت پیدا کرے گا تو پھر تجھے

اللہ تعالیٰ کے جذب والے انعامات سے جذبہ عنایت ہوگا اور دیگر صمد شغل بھی آسان ہو جائیں گے۔

اے تجھیں راہ طریقت و برادران! تم یہ بات یاد رکھو کہ طریقت کے سارے مشائخ طریقت میں کامل و مکمل ہونے کے بعد اس شغل

یعنی نفس و اثبات کا در دروازہ صبح و شام کرتے ہیں۔ اور نیز اس فقیر کے مرشد حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہ الاقدس آخری عمر میں اس شغل کا

ورد فجر کی نماز کے بعد اپنے رخ زیب پر کپڑا اوڑھ کر گھٹنوں پر سر رکھ کر مراقبہ میں بیٹھ کر اشراق تک کرتے تھے اور نیز اگلے خواہ پچھلے بزرگوں کی یہ

روشن ہوتی تھی اس شغل میں بیشار فوائد ہیں جیسا کہ مراقبہ میں بیٹھنے سے نفس لغوار و مکمل طرح سے مطہر و فانی رہتا ہے اور تکبر و بڑائی سے

(۱) کانٹے اور تنکے۔

باز رہتا ہے

اس ذکر پر کافی مذت بیشکلی کرنے کے سبب یہ جسم جو کہ غلیظ و کثیف ہے اسکا کارب بھی قلب جیسا روشن، پاک اور صاف ہوتا ہے اور طالبین کو نامرادوں، حیرانگیوں پریشانوں اور کھٹکوں سے نجات دہنکارہ ملتا ہے اور نیز محبوب حقیقی جل شانہ کے عشق کی شمعوں سے اس کے نور کا پرتو طالبوں کے قلب کو منور و طبع کر دے گا۔

طالب کو چاہئے کہ اس شغل کی طلب میں اپنی ہمت پہلے سے بھی دس بازا یاد کرے یوں اسے ترقی و عروج حاصل ہووے اسکی طلب کا شہباز، اپنے مقصد و مطلوب کے شکار کو حاصل کرنے کے لئے اذکر قبضہ میں لائے اور اس وقت جو شغل سامنے آئے گا اسکو بہت جلد پکڑ کر قابو و تنگ کرے گا اور نیز جمہور مشائخ قد سنا اللہ تعالیٰ باسرار ہم نے ولایت (۱) کیلئے اس شغل (یعنی نفی و اثبات) پر سارے اشغال و اذکار کی انھنی ہے۔ یہاں شغلوں والے چھ اذکار پورے ہوئے اب حضور و فکر بیان کرتے ہیں۔

### حضور اول

## فَنَاءٌ فِي الْأَفْعَالِ

اس حضور کو حجر و مدر کہتے ہیں حجر کا معنی ہے پتھر اور مدر کا معنی ہے ڈھیلا ٹھیکری یہ دونوں چیزیں جمادی یعنی بے حس ہیں جنہیں چلنے پھرنے میں اپنا کوئی اختیار نہیں ہے اسی طرح سے بندے (انسان) کو بھی اپنے کاموں پر کوئی بھی اختیار یا بس نہیں ہے۔ یاد رہے کہ طریقت کے مشائخ اپنے مریدوں کو شغلوں کے بعد حضور میں فنا کراتے ہیں۔ پہلے اسے فناء افعال کے حضور سے مشرف کرتے ہیں۔

اس حضور کے فکر کرنے کی ترکیب اس طرح ہے کہ سالک کو چاہئے کہ اپنے وجود کو جمادی چیزوں پتھر اور ڈھیلے کی طرح خود کو بھی بے حس و بے بس جانے۔ اس لئے کہ انہیں اپنے آپ از خود ایک جگہ سے دوسرے مقام چلنے پھرنے کا کوئی اختیار یا طاقت نہیں ہے اور یہ ایک ہی جگہ جہاں چھوڑا جائے وہیں پڑے رہتے ہیں۔

انسان کا قلب جو کہ فکریات کا گھر ہے اس میں اپنے آپ کو مکمل توجہ و غور سے بے حس و بے بس ہونے کا تصور کرے اور اپنے سارے خیالات، خطرات اور دوسروں کو اس حضور میں اس قدر محو و معطل کر دے کہ خود کو ہر کام میں مسلوب الفعل جانے۔

پس اس سے جو بھی کام صادر ہوں جیسا کہ چلنا، پھرنا، دینا، لینا، جوڑنا، چھیننا، کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا، اور سونا وغیرہم ان کاموں کے علاوہ اور بھی جو کام بندے (سالک) کے وجود سے ظاہر ہوں ان سب افعال کی نسبت فاعل حقیقی جل شانہ کی طرف منسوب کرے اور ان کاموں کو اپنی طرف نسبت نہ کرے اس لئے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ یعنی اللہ ہی

ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان کاموں کو بھی جو تم کرتے ہو اس فکر کرنے سے سارے کاموں کی نسبت فاعل حقیقی کی طرف راجع ہوتی ہے اور سالک کے وجود سے بھی بار اتر کر نجات ملتی ہے اور جو نسبت "میں" اور میں کی تھی وہ اس سے نکل جاتی ہے اور افعال کی نسبت کی امانت دو حقیقی امانت و حندہ کی جانب جا ملتی ہے اس سلسلہ میں کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے اجزائے وجود مدہ ہنگی دوست گرفت۔ نامی ست زمن بر من باقی ہر دوست یعنی میرے وجود کے سارے اجزا دوست نے لئے (دوست کے اختیار میں ہے) مجھ پر فقط نام ہے باقی سب کچھ وہی خود ہے۔

پس ای طالب! تو بغیر دیکھ کہ باقی کیا بچا سب کچھ "وہ" ہے باقی سارا کچھ "فناء الفناء" ہو اور میان سے من و ما کا بہانہ گیا اور خود فاعل و مفعول ہوا یعنی سب کاموں کا کرنے والا بھی خود اور کردہ کام بھی خود اس وقت سالک دوسرے سارے کلام و باتوں سے خاموش ہو کر اس طرح گنگنا تار ہے گا۔

### من یستم این فعل قدرت تست

یعنی میں کچھ بھی نہیں میں تیری قدرت کا کرشمہ ہوں (یعنی فعل)

ایسے فکر کے بعد اس جگہ پر شرک سے بھی نجات حاصل ہوتی ہے جو کہ عظیم گناہ ہے اور عبادات کے غیر مقبولیت کا باعث ہوتا ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سی جگہوں پر شرک کے متعلق تنبیہ کی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہارے گناہ بخشوں گا مگر شرک کا گناہ نہیں بخشوں گا۔

جیسا کہ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهِ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتے گا اور شرک کے سوا اور گناہ بخش دے گا۔

اس شغل کو جب تک نہ چھوڑے جب تک کہ اس حضور کی حقیقت اپنے وجود میں کا حقہ ظاہر نہیں ہوئی ہے اسی لئے سچے مخلص طالب کو چاہئے کہ اس حضور کے شغل میں بڑی ہمت سے مشغول رہے جو اس حضور کا اثر اس پر ظاہر ہو اور اپنے کو سارے افعال سے سلب جانے۔ افعال کی نسبت حقیقی فاعل جل شانہ کی جانب کرے اور سب کچھ اس سے کر کے جانے جب اس حضور کا شغل اس کے وجود میں ظاہر ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ بجالائے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مشغول رہے اور اس سے محبت و رغبت زیادہ رکھے۔

حضور دوم

فناء فی الصفات

## یعنی اللہ تعالیٰ کی صفوں میں فنا ہونا

اس حضور کا شغل فناء افعال کے شغل سے ترقی کا پہلا والا یا بلندی والا قدم ہے اس کا مقصد ہے اللہ تعالیٰ کی صفات میں فنا ہونا۔ یہ صفات سات ہیں۔

جو کہ اس طرح ہیں سمیع (سننے والا) بصیر (دیکھنے والا) کلیم (بولنے والا) علیم (جاننے والا) قدرت رکھنے والا) مرید (ارادہ رکھنے والا) حتی (زندہ)۔

یہ اللہ تعالیٰ کی قدیم صفات ہیں اور یہ نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات عین اس وجہ سے نہیں کہا جاتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفاتی نام ہیں اور انکی ڈالیاں و شاخیں جو کہ فردی ہیں اور اس عالم خلق میں پھیلی ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات فردی صفات کی ٹہنیوں اور شاخوں سے ہر طرح پاک و منزہ ہے۔ ”غیر ذات“ اس لئے نہیں کہا سکتا کہ اللہ تعالیٰ قائم بالذات اور قدیم ہے ویسے ہی صفات بھی اس کے ساتھ قائم و قدیم ہیں۔

اے میرے دوست! یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ”متراوف“ ہیں یعنی ہر گزری ہمیشہ ساتھ ہیں اور جدا نہیں ہوتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ سنتا ہے کہ اس وقت دیکھنا بولنا جاننا قدرت رکھنا ارادہ رکھنا اور ہمیشہ سے ہمیشہ زندہ والی صفات بھی ایک ہی وقت اس کے ساتھ قائم ہیں اور جدا نہیں ہے بخلاف بندوں اور انسانوں کے جن کے اندر ایسا نہیں ہے کیونکہ ان میں کوئی ایک فردی صفت ہوگی تو دوسری صفت اندر میں نہیں ہوگی۔ سالک کو چاہئے کہ اپنے وجود میں ان صفات کے تصور و فکر کرنے میں مشغول رہے۔ مشغولیت کا طریقہ اس طرح ہے کہ ان صفوں کو اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی امانتیں کر کے جانے جو کہ اسکے وجود میں امانت طور ملی ہوئی ہیں۔ پس ان صفات کو بھی اپنے موصوم وجود سے مصلوب سمجھے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی قائم بالذات صفات میں سپرد کرے (یعنی ان صفوں میں سے جو صفت طالب اپنے اندر پائے یا محسوس کرے تو اسکو یوں جانے کہ یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ہے جو اسے امانت کے طور پہ ملی ہوئی تھی)

طالب کو یہ بھی چاہئے کہ اس حضور میں زیادہ فکر کرے کہ اپنے قلب پر اس حضور کا غلبہ بڑھے اور نیز ان صفات میں سے کسی بھی صفت کا اثر و حقیقت کا جلوہ ظاہر ہو اور اسکی فردی صفات والی حیثیت و شکل اللہ تعالیٰ کی قائم بالذات اصل والی یا قدیم صفات میں جذب ہو جائیں پس اگر ان صفات میں سے کسی ایک صفت کی فنائیت حاصل ہووے تو پس دوسری صفوں کی فنائیت خود ہی ان کے ضمن و آغوش میں آجائے گی اور امانت والی فردی بالذات والی صفات میں محدود و معدوم ہو جائیں گی اس وقت طالب میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی حقیقی صفات ظاہر ہوگی اور اس کا موصوم وجود سب کا سب گم و معدوم ہو جائے گا۔ اور نیز عبدیت والی صفت زائل ہو جائے گی اور اپنے رب جلیل کی جانب سے ربوبیت کی نسبت پائے گا۔

اے سالک! تو فکر کر کے دیکھ کہ جب طالب کے سارے افعال و کام فناء افعالی میں فنا ہو گئے اور امانت والی صفات حمہ فناء فی الصفات میں جذب ہو کر فنا ہو گئیں تو پھر طالب کے پاس باقی کیا بچا۔ اس لئے کہ خود اور اسکے حمہ اسباب لٹ کر حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات



میں جا لے اس مقام پر پہنچنے کے بعد سالک سلوب الفعل اور سلوب الصفات ہے۔ اس وقت اسکے کام وصفات جو کہ اس سے ظاہر ہوتی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے کام اور صفات ہیں۔

مطلب کہ طالب کے پاس جو صفات بطور امانت سپرد ہیں وہ جمع امانت کے حقیقی مالک کو صحیح و سالم پہنچ گئیں۔

### بیت

خود سمیع و خود بصیر و خود علیم خود مرید و جی و قادر و خود کلیم  
یعنی: خود سننے والا خود دیکھنے والا اور خود جاننے والا ہے خود ارادہ فرمانے والا خود زندہ خود قادر اور خود کلام کرنے والا ہے جب سالک ایسے حال والا ہوتا ہے تو پھر وہ اس وقت حق سبحانہ سے خود بولنے والا دیکھنے والا سننے والا اور جاننے والا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے افعال جو کہ اسکے وجود سے ظاہر ہوتے ہیں وہ سارے اللہ تبارک و تعالیٰ سے خیال کرے نہ کہ اپنی طرف سے۔

اس باب میں صاحب مشنوی (مولانا ردی) فرماتے ہیں

چوں زخود رستی حمہ حق گشت رفت ظلمت نور مطلق گشت  
وز مقام و دم باشد او چوں نہ باشی تو نباشد غیرا و

یعنی (۱) تو جب خودی سے آزاد ہو تو کل حق ہو اندھیرا کیا مطلق نور ہوا۔

(۲) و دم کے مطلق کی وجہ سے ”تو اور“ وہ“ ہے اگر تو نہ رہے تو پھر اسکا غیر بھی نہیں رہے گا۔

اس حال (مقام) پر پہنچنے کے بعد سالک کثرت سے جدا ہو کر ذات احد سے پیوند ہوتا ہے اور اسکی صفات ذات حق سے ملحق ہوتی

ہیں۔

### حضور سوم

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ

یعنی! وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو

سالک کو چاہئے کہ اس شغل کی مذکورہ بالا آیت مبارکہ کے معنی میں دل لگا کر فکر کرے اور جب اس میں ایسے یقین کی فکر پیدا ہوئی اور دل سے جان لیا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہر مقام و ہر جگہ اسکے ساتھ ہے تو پھر ایسا مشاہدہ از خود حاصل ہو جائے گا۔

### بیت

نور نور طل چند از جام لطفش بون دستیکہ چوں معشوق با ماستی

یعنی تو اس کے لطف و مہربانی کے پیالہ سے پیجئے، پس تو خوشی سے تالیاں بجاؤ کہ محبوب اپنے ساتھ ہے۔

طالب کو چاہئے کہ بڑی کوشش و محنت سے اس حضور کا حضور کی فکر کرے یوں اس کا تصور اسکے دل پر چتر کی طرح نقش ہو جائے اور جب ایسا تصور مضبوط یقین پیدا ہوا کہ پس یہ صورت قل کیساتھ مٹی ہوئی ہوگی

اور اس وقت سالک ذات پاک سے ایک لحظہ بھی غائب و پوشیدہ نہیں رہتا۔ اور نیز "خُضُودُ فَعِ اللّٰہُ" کا شرف نصیب ہوتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے امور و منع کردہ کاموں کے سلسلہ میں اس سے بال برابر یا قیل جتنا بھی خلاف چلنا ظاہر نہ ہوگا۔

اس باب میں اس فقیر (مرشدنا خلیفہ محمود قدس سرہ الاقدس) نے حضرت پیر سائیں (پیر محمد راشد رضی اللہ عنہ) کی ذات بابرکت سے یہ نقل سنا تھا، آپ نے فرمایا کہ ایک عورت حضرت شیخ سزئی سقلی قدس سرہ کی مریدہ تھی جس پر حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہ عاشق ہو گئے۔ ایک دن یہ عورت کس کام سے حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہ کے گھر گئی پس شیخ جبکہ کادروازہ بند کر کے اس عورت کو تنہائی کی جگہ پر لے گیا اور تنہائی کا فائدہ لیکر نفسانی خواہش کو پورا کرنے کے لئے شیخ نے اس عورت کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اس وقت اس عورت نے خود کو بے یاد و مددگار و بے بس دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا کہ ایک دیکھ رہا ہے شیخ نے کہا کہ کون دیکھ رہا ہے تب عورت نے جواب دیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ شیخ اللہ کا لفظ سنتے ہی بے خوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور عورت لوٹ کر اپنے گھر گئی جب شیخ جنید بغدادی قدس سرہ ہوش میں آئے اور ہوشیار ہوئے تب طلب کی نیت سے اس عورت کے گھر کی جانب گئے عورت نے کہا کہ اے جنید (قدس سرہ) مجھے خوار و بدنام نہ کر میں شیخ سزئی سقلی (قدس سرہ) کی مریدیانی ہوں تو اسکے حضور میں جا اور اس سے طلب کی راہ لے۔

ای طالب! تو غور کر کہ جب اس عورت کو اس وقت اس آیت مبارکہ کا حضور و معنی کا حقد حاصل ہوا تھا تب شیخ کو ایسا جواب دیا جس کا اس پر اثر ہوا جب طالب کے اندر یہ حضور زور و غلبہ لیتا ہے تب اس میں بخود ہی سکر، استغراق اور بے خبری کی حالت ظاہر ہوتی ہے اور اس وقت اس سے اضافت کی صفت کم و معدوم ہو جاتی ہے۔

جائیکہ سلطان خیرہ زد غوغا نما ند عام را

یعنی: جس جگہ پر بادشاہ کا خیرہ لگا ہو گا اس جگہ پر عوام کا شور و غوغا نہ ہوگا۔

حضور چہارم

## اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى

یعنی: کیا اس بات کا علم نہیں ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے

اس آیت مبارکہ کا مطلب ہے کہ بندہ کو چاہئے کہ اپنے باطن میں فکر کر کے یقین سے جانے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے اور میں بھی اسے بے کیف و بے جہت دیکھ رہا ہوں۔ لیکن اگر اس کو دیکھنے کا تصور دل میں نہیں آتا تو پھر یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔

بیت

ہر سوئے کہ روئے کردم آں دستان بدیدم      ہر کجا نظر باکندم اور اعیان دیدم  
یعنی: جس طرف منہ کیا تو اسی جگہ محبوب کو دیکھا اور جہاں بھی نظر کی تو اسے ظاہر ظہور دیکھا۔

رباعی

آمد سر آں دلبر خونین جگر آں  
گفت ای ز تو پر خاطر من بارگراں  
شرمت بارا کہ من سیویت مگراں  
باشم تو چشم نمی بوئے دگراں

یعنی: جگر خون کرنے والا یہ محبوب بوقت سحر آیا۔ کہا کہ تیری وجہ سے مجھے بڑی تکلیف پہنچی ہے تجھے شرم نہیں آتی میں تیری طرف دیکھ رہا ہوں اور تیری آنکھ اور کہیں دیکھ رہی ہے۔

سالک کو چاہئے کہ اس آیت کے سلوک میں بہت فکر کرے اور اس سے ایک ساعت و پلک چھپکنے جتنا بھی غافل و بے خبر نہ ہو اور اس حضور کے حاصل کرنے کی طرح بھی سستی و کمال کو جگہ نہ دے اور رات و دن اس کے حاصل کرنے میں منتظر رہے۔  
اے طالب! اس حضور میں دو نکات ہیں۔

ایک یہ کہ طالب کا اللہ تعالیٰ کو بے کیف و بے جہت دیکھنا دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا تصور قائم نہیں ہوتا تو پس یقین سے سمجھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔

لیکن حقیقت میں ان ہر دو نکات کو بامعنی و مطلب سمجھنا و پرکھنا گہرا مدحیت ہے۔ اور یہ دونوں نکات بھی سارے اعداد یعنی اس کثرت

کے عالم میں جاری ہیں۔ جب اس حضور کی فکر حاصل ہوگئی تو پھر یہ عدد اور کثرت والے عدد یہ سب عدد کے صاحب (حق سبحانہ و تعالیٰ) کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور یہ پہلا نکتہ کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں یہ دیکھنے والی فکر کوئی وہم نہیں ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ مثل والی چیز بغیر مثال کے کیسے دیکھی جاسکتی ہے اس کے لئے تو مثال کو بے مثال کی طرف پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ بے مثل ہے) اس کو مثال کی صورت میں طالب (بندہ) اپنے اندر انانیت یعنی "اپنا سن" یا خودی کو اپنے موصوم وجود ہستی کو "لا" کے تلے لاکر اسے فنا و نابود کر دے جب "میں" والی ہستی گم و فنا ہوگئی تو پھر اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکے گا۔ اس سلسلہ میں کسی موصد نے ایک موصد میں اس طرح کہا ہے۔ "من آں وقت بودم کہ آدم نبود" (یعنی میں اس وقت تھا جس وقت آدم بھی نہ تھا) غرض زبانی برائی (یعنی میں نے اللہ عز و جل کو اللہ عز و جل سے پہچانا) یہ پہچانا یا جاننا تب نصب ہوگا، جب اپنے آپ سے "میں" والی اضافی نسبت نکال دے گا۔ (حضرت مرشدنا خلیفہ محمود فقیر رضی اللہ عنہ) مصنف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ جس وقت میں یہ حضور لکھ رہا تھا تو اس وقت مجھے کوئی بات یاد آئی وہ ہے مجھ پر وحدانیت و جمع الجوامع والی کیفیت و حالت نے غلبہ کیا اور فارسی زبان میں یوں کہہ رہا تھا "خود را بخدادیدم و خدا را بخدادیدم" (یعنی میں نے خود کو خدا سے دیکھا اور خدا کو خدا سے دیکھا) پس یہ حقیقت مرشد (پیر سائیں روضی دہنی) رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ لفظ تیرے نہیں ہیں۔ یہ کہنا "غرفٹ زبانی بڑبئی" والی حدیث کا ترجمہ ہے۔

دوسرا جزو (نکتہ) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے ایسے حال والا (طالب) پہلے حال والے (طالب) سے دو قدم پیچھے یا نیچے ہے۔ کیونکہ پہلے حال والے کا تعلق استدلال سے ہے۔

جس کا تعلق اور پیوستگی اس وہمی وجود سے ہے جس پر یہ آیت مبارکہ (عالم الغیب والہدایۃ) شاہد ہے جو کہ نص قرآنی ہے جس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ غائب و حاضر سب کا جاننے والا ہے۔

دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کی یہ ہے کہ آسمان و زمین کو وہ جبل اور جنگل وغیرہ ہم اور انکے علاوہ دوسری جو بھی موجودات کائنات میں نظر آ رہی ہے ان سب چیزوں کیلئے جانے کہ یہ ساری صنعتیں ہیں اور یہ حقیقت ظاہر و روشن ہے کہ صنعت صانع کے ہونے کے بغیر از خود وجود میں نہیں آسکتی۔ جب بندے (طالب) صانع (اللہ تعالیٰ) کو صنعت (قدرت سے پیدا کردہ چیزوں) والی چیزوں کی معرفت پہچانا اور یقین ہوا کہ صانع کے بغیر کوئی بھی چیز خود ہی یا از خود وجود میں نہیں آسکتی۔ تو پھر یقین سے جانے گا۔ کہ ان موجودات کی حمہ اشیاء نیز صانع کی نظر سے غائب و پوشیدہ نہیں ہیں۔ پس بندہ (طالب) دل کے یقین سے اس بات کا قائل و اقرار کندہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ مجھے غائب خواہ حاضر میں دیکھ رہا ہے۔

اے طالب ان دلوں اور جھٹوں کا سمجھنا صرف پڑھنے و سننے سے تعلق نہیں رکھتا وہ دلائل اور حجج امت کے ان کالمین و مکملین اس حدیث کے مضمون کی حقیقت و معنی کو تحقیق کی راہ سے سمجھ کر طالبوں کیلئے بیان فرمائی ہیں

الْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ وَاللَّهَ كَمَا تَرَكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ۔ (یعنی جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا کہ احسان کیا

ہے آنحضرت ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی بندگی ایسی فکر و خیال سے کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور تو اگر اسے نہیں دیکھ رہا تو پھر یقین رکھ کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

یہ دلیل نہ عقل سے سمجھنے کی رو سے ہیں اور نہ علم کے بڑھنے و بڑھانے جیسے ہیں بلکہ کشف سے تعلق رکھتے ہیں طالب کو چاہئے کہ اس مقام پر مر کے نہیں بلکہ اپنی استعداد و طلب کے گھوڑے کو ایک ہی چابک اور تازہ بانے سے ایسا تیز رو دوڑائے کہ خود سے موصوم ہستی کو فناء کر دے گم کر دے اور اپنے کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے شہور (دیکھنے) سے وصال حاصل کرے۔

حضور پنجم

فَإِنَّمَا تَوَلَّوْا فِثْمَ وَجْهِ اللَّهِ

یعنی: پس جدھر بھی منہ پھیرو گے اسی طرف خدا ہے

سالک کو چاہئے کہ اس آیت کے معنی و فکر میں ہوں خیال کرے کہ جیسے اسے اپنے وجود سے ہستی و خودی کی آفت سے چھٹکارہ و نجات حاصل ہو یہ کام کوئی آسان کام نہیں اور نہ کہ سخرہ پن و تکمیل تماشا ہے۔ جو ہر کسی کو بالفضل و شخص کو یہ حضور نصیب ہو اور نیز نہ ہی بچوں یا چھوٹوں اور بوالہوس دنیا داروں خواہ عقیمین و اتوں کا کام ہے کہ اس حضور کو بلاعت حاصل کر سکیں بلکہ یہاں تو جان و جگر اور سر کی بازی لگانے کی ضرورت ہے۔

بیت

خلق اطفال شد جز مست خدا نیست بالغ جز رہیدہ از هوا

یعنی: اللہ تعالیٰ کے عشاق کے سوا دوسرے سب بچے ہیں خواہشات و تمناؤں کو ترک کرنے والوں کے علاوہ سب نابالغ ہیں۔

عشق و محبت کی بازار میں اہل ہوش و عیش پرست دنیا داروں کیلئے کوئی بھی جگہ نہیں ہے، یہاں جان کی بازی اور سر کے سودے کا بازار ہے۔ پس جو شخص اپنی جان و سر سے نوید ہو کہ اور اس سے ہاتھ دھو کے خود کو مار دے گا وہی جا کر محبوبوں سے ملے گا اور اس وقت آیت مذکورہ مبارکہ کے معنی کا مطلب آنکھوں سے مشاہدہ کرے گا اس سلسلے میں بنوالی اپنی مصنفہ کتاب دیوان میں فرماتا ہے۔

بیت

چشم بکشا کہ جلوہ دلدار متغی است از در و دیوار

یعنی: آنکھ کھول کر دیکھ کر محبوب کا جلوہ در و دیوار سے جلوہ نگر ہے

جب طالب میں اس حضور کی ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ پھر وحدت کثرت میں آ جاتی ہے اور کثرت وحدت میں پس سالک کی



سوہوم ہستی حق تعالیٰ کی ہستی میں محو و لاشی ہو جاتی ہے اور اسکی ہستی کا کوئی بھی نام و نشان نہیں رہتا اور اسکا نام و نشان حق تعالیٰ کی ہستی سے ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔

ایسے حال کو پہنچنے کے بعد سالک ”کون“ ”مکان“ اور ”لامکان“ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سواء دوسری کسی بھی چیز کو موجود نہیں دیکھتا اور نہ ہی اس کے سواء کسی دوسری چیز کو موجود جانتا ہے۔

### بیت

غیرتش غیروز جہاں نہ گذاشت لاجرم جملہ عین اشیاء شد  
یعنی: اپنی غیرت نے جہاں میں غیر کو نہیں چھوڑا اس لئے سب چیزیں عین ہوئی۔

پس اس وقت جو اسے دیکھنے اور جاننے میں آتا رہے گا وہ سارا حق سبحانہ و تعالیٰ کا جلوہ ہوگا۔ اور اس وقت اندر سے ”یہ“ ”وہ“ والا حرف درمیان سے نکل جائے گا۔

من از میان رلم و خدا ماند  
یعنی: درمیان سے ”میں“ کا حرف گیا اور محض خدا رہا۔

### حضور ششم

ہرچہ ہست ہمہ اوست

یعنی: جو کچھ ہے سارا وہی ہے

ایں است کمال مرد راہ یقین در ہرچہ نظر کند خدا را ہند  
یعنی: مرد راہ یقین والے کا کمال یہ ہے کہ جس چیز میں نظر کرے اس میں خدا کو دیکھے۔

اس حضور کو سمجھنے و پرکھنے کی حقیقت اس طرح ہے کہ سالک کو چاہئے کہ ہمہ موجودات میں جو کچھ دیکھنے میں آئے اس کل میں جانے کہ واحد کا وجود ہے۔ جب سالک میں ایسی فکر زور و غلبہ لے گی تو پھر سب چیزوں کی حقیقت اس پر از خود کھل جائے گی اور ظاہر ہو جائے گی اور اس وقت جانے گا کہ ”لَا مَوْجُودٌ فِی الْحَقِیْقَةِ وَلَا بِالذَّاتِ إِلَّا هُوَ“ یعنی حقیقت میں خواہ ذات میں اللہ تعالیٰ کے سواء دوسرے کسی کا وجود نہیں ہے۔

### بیت

ہرچہ میگر م صورت تو ی بینم ہر آنچہ در نظرم جنگلی تو ی آئی

یعنی ہر طرف جہر نظر کرتا ہوں تیری ہی صورت دیکھتا ہوں جو کچھ میری نظر میں آ رہا ہے وہ سب تو ہی ہے۔

اس بارے میں حسین رحمہ اللہ نے کہا ہے

کے گوید کہ حق صورت نہ بند  
من ایں کہ دیدہ ام ذات مصور  
یعنی: کون ہے جو کہتا ہے کہ حق تعالیٰ کی صورت تصور میں نہیں آتی میں وہ ہوں جس نے مصور (صورت بنانے والا) کی ذات کی صورت دیکھی ہے۔

ملاحظہ مغربی اس باب میں خوش اسلوبی سے کتنا اچھا کہا ہے

### بیت

اے مغربی آں یار کہ بے نام و نشان بود  
از پردہ بردوں آمد ہم نام و نشان شد  
یعنی: اے مغربی وہ دوست جو کہ بے نام و نشان تھا وہ پردہ سے باہر آ کر صورت سے ظاہر ہوا اور نیز خواجہ حافظ شیرازی قدس سرہ نے اس راز کو اس طرح کھولا ہے۔

### بیت

ندیم و مطرب و ساقی ہم دوست  
خیال آب و گل دورہ باشد  
یعنی: ندیم و مطرب و ساقی سب وہ خود ہی مٹی و پانی کا خیال راستے میں رہ جائے گا۔ اس سلسلے میں مخدوم جامی قدس سرہ السای فرماتے ہیں۔

### بیت

درد دیوار من آئینہ شد ز کثرت شوق  
ہر کجا مینگرم روئی ترا می بینم  
یعنی: شوق کی بہتات یا کثرت کی وجہ سے میرے درد دیوار آئینہ بن گئے جس طرف بھی دیکھتا ہوں تو تیری صورت دیکھتا ہوں اس بارے میں ایک اور مقام پہ بڑے پیارا انداز میں اشارہ دیا ہے۔

### بیت

ہمسایہ و ہمنشین و ہمرو ہم دوست  
دردلق گداوا طلسم شد ہم دوست  
یعنی: ہمسایہ و ساتھی و ہم سفر سب وہ خود ہی گودڑی میں فقیر دریشی لباس میں بادشاہ وہ سب وہ خود ہی اسی طرح سے مولا نا ابوالحسن لکھتا ہے کہ خلق کو اس بات میں شک و گمان ہے کہ یہ کل (قیامت کے دن) حق سبحانہ و تعالیٰ کو دیکھیں گے یا نہیں لیکن ابوالحسن اس

خیال کا ہے

### بیت

ہر کہ ز آفتاب اینجا بتافت آنچه آنجا وعدہ بدایت یافت  
یعنی: جس کیلئے سورج یہاں طلوع و غروب ہوا تو یہاں کا وعدہ یہاں ہی پائے گا۔

اے میرے دوست! یہ کام بڑا اور مشکل کہ کرنے سے ہو جائے گا زبانی باتوں اور آرزوئیں کرنے سے نہ ہوگا۔ اس وجہ سے اس مقام پر کباب شدہ جگر اور بھنا ہوا قلب درکار ہے۔ عشق و محبت کی آگ سے جلے ہوئے کے علاوہ دوسرا کوئی بھی اس ماہیت کی حقیقت و معنی نہ جان سکے گا اور نہ سمجھ سکے گا البتہ وہ طالبین و سالکین اس مجید و معما کو پرکھ کر سمجھ سکتے ہیں جو کہ عشق و محبت کے میدان میں ان گنت اور بڑی ہمت کے مالک ہیں پس انہیں اپنے محبوب کا مشاہدہ بلا پردہ و بغیر حجاب کے ہوتا ہے۔

اے طالب:۔ یہ مقام ایسا ہے جہاں سالکوں کو لغزش و گمراہ ہونے کا خطرہ و خوف ہے اس لئے اس جگہ پہ بہت ہوشیار و خبردار ہو کر رہا جائے پس جو سالک اس مقام پہ پہنچا اور اس سے شریعت مطہرہ کے اوامر و نواہی میں بال برابر یا قیل و قال نفاذ و فرق ہو گا تو اس کو اس حال سے کوئی بھی حصہ نصیب نہیں ہوگا۔ اور نیز حقیقت کے قتل سے خالی اور بے نصیب رہے گا حضرت ہر سائنس روضی و حنی قدس سرہ فرماتے تھے کہ جب کوئی راسخ العقیدہ اور مستقیم الاصل طالب اس مکان پر پہنچا اور اس سے اگر کسی وقت بولنے میں شرع سے باہر نکلا لیکن وہ شریعت کے اوامر و نواہی کے کاموں میں بال برابر یا قیل و قال بھی فرق نہیں کرتا یہ علامت اس طالب کے صحیح حالت پر ہونے کو ثابت کرتی ہے اور جو طالب بات کرنے میں شریعت مطہرہ کی حد سے تجاوز کر جاتے ہیں ایسے طالب مومنین میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ ملحدوں اور زندیقوں بے دینوں میں سے ہیں۔ امید کے اللہ تعالیٰ ہمیں ان لغزشوں کی آفات سے پناہ میں رکھے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ ”ہمت ادست“ ”حال (۱)“ ہے اور ”مقامات“ (۲) سے نہیں ہے اس لئے سالک کو چاہئے کہ اس ”حال“ سے گذر کر ٹھہرے نہ۔

اے دوست! تو یہ بات سمجھ کہ توحید کی دو قسمیں ہیں ”توحید الیسی“ جس نے کہا ”اتسا غُضِرَ“ یعنی ایک میں اچھا ہوں اور اس کا یہ ”انانیت“ والا حرف اس کی موہوم ہستی سے تھا جس وجہ سے اس پر لعنت پڑی اور یہ لعنت نفع قاطع یعنی قرآن مجید میں اس طرح ہے ”إِنَّا كَفَّ عَنْكَ غَلَبَكَ لَعْنَتُنِي الْيَوْمَ الْبَدِينُ“ یعنی: تحقیق تجھ پر میری لعنت جزا کے دن تک ہے یہ لعنت اس پر خودی کی وجہ سے پڑی کہ اس نے اپنی بازی و خودی کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی اپنی خودی سے باز آ کر توبہ کی۔ اسی سبب سے حق سبحانہ و تعالیٰ کے حضور سے ابدی خارج ہوا۔ اطمینان کی توحید کی بناء اصل میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی وجہ سے ہے کہ اس نے حکم کا انکار کیا اور نافرمان ہوا پس اے دوستو! جس جماعت کا پیشوا و مقتدی

(۱) ”حال“ اسے کہا جاتا ہے کہ سالک کے قلب پر بغیر اختیار کے لمبی کیفیت نازل ہوتی ہے اس اعتبار میں نہ لایا جائے کیونکہ سالک حال کے ماتحت ہے (محرّم)

(۲) مقام اس کو کہا جاتا ہے جس شخص نے باطنی گوشہ میں سلوک کی منازل میں مستقامت شرع کے سبب کی ہو اور مقام سالک کے ماتحت ہے یہ مفید ہے (محرّم)

ابلیس ہوگا تو پھر تو بتا کہ ایسی جماعت کا کیا حال ہوگا۔

جس کے باب میں ابلیس لعین نے یوں کہا۔ ”فَبِعِزَّتِكَ لَا غَوِيْنُ هُمْ أَجْمَعِيْنَ إِلَّا عِبَادَكَ مُخْلِصِيْنَ“

یعنی: پس اے اللہ تیری عزت کی قسم کہ میں سب انسانوں کو سیدھی راہ سے درغلاؤں گا سوائے تیرے ان بندوں کے کہ جو ان میں سے مخلص ہیں۔ مخلصین سے مراد وہ نیک انسان ہیں جو حضور ﷺ کی سنت کے تابع ہیں اور آپ کی متابعت پر ثابت قدم ہیں۔

قسم دوم۔ تو حید محمد ﷺ ہے یہ تو حید اچھے کاموں اور مزنین اخلاق اور پسندیدہ خصلتوں اور افعال کے سنوارنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جن کاموں سے شریعت نے منع کی ہے اُن سے خود کو روکا جائے اور جن کاموں کے کرنے کا شریعت امر و حکم کیا ہے ان پر استقامت سے قائم رہا جائے جیسے قرآن شریف میں فرمودہ ہے ”فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتُ“ یعنی جو تجھے امر کیا گیا ہے اس پر قائم رہ یہاں تو حید و شریعت کو آپس میں یکساں برابر کر کے جانا جائے۔ اگرچہ ظاہر میں وہ دونوں جدا جدا دیکھنے میں آتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ دونوں ایک ہیں جب سالک تو حید و شریعت کو اک کر کے جانے لگا تو پھر اس پر حقیقت محمدی ﷺ خود بخود ظاہر ہوگی اور دمیانی فرق اٹھ جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں بیان کیا جائے گا اس سلسلے میں کسی بزرگ نے کتنا نہ اچھا کہا ہے۔

### بیت

ہر کہ در راہ محمد رہ نیافت تا بد یوئے ازاں درگاہ نیافت

یعنی: جس شخص نے حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی راہ نہیں پائی وہ قیامت تک آپ کی بارگاہ سے خوشبو حاصل نہ کر سکے گا۔

اے دوست ابلیس والی تو حید جلالی تو حید ہے جس میں حد سے زیادہ تاریکی اور حد سے زیادہ غضب و فخر ہے اور تو حید محمدی ﷺ جمالی تو حید ہے جو کہ سراسر نور و علانور اور رحمت ہی رحمت ہے اور اس تو حید والی جماعت کا رہنما پیشوا حضور ﷺ ہے جو کہ رحمتہ للعالمین ہے جیسا کہ آپ کی شان ہے یہ آیت مبارکہ ہے ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ“ یعنی اے پیغمبر ﷺ ہم نے تجھے جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اسی کے برعکس تو حید ابلیسی والی جماعت کا آگہواں ابلیس ہے جس کے بارے میں یہ آیت مبارکہ وارد ہے ”وَإِنَّكَ رَاحِمٌ مِّنْهُمْ“

وَإِنَّكَ عَلَىٰ مَنبَتِكَ لَغَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ یعنی: یقیناً تو ہمارے حضور سے تراہوا ہے اور تحقیق تجھ پر قیامت تک لعنت ہے۔

رَبَّنَا ابْنَا مِن لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَهَبْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا

یعنی: اے ہمارے رب ہمیں تو اپنی طرف سے رحمت بخش اور نیز ہمارے لئے ہمارے کاموں میں سدھائی اور ہدایت کے اسباب

و سامان مہیا و تیار کریں۔ آمین

## حضور ہفتم

## هُوَ الْأَوَّلُ هُوَ الْآخِرُ هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ

یعنی وہ اللہ سب سے اول سب سے آخر ہے اور وہ ظاہر و باطن ہے اور ہر چیز میں پوشیدہ و مخفی ہے اور سب پہلوں

سے پہلا ہے اور سب پچھلوں سے پچھلا ہے

اس موجودات میں جن چیزوں کا اول و آخر دیکھنے میں آتا ہے ان کو یہ اولیت اللہ تعالیٰ سے ملی ہوئی ہے کیونکہ اسکی ذات ہمہ موجودات سے پہلے ہے اسی وقت پر اللہ تعالیٰ سب سے پچھلا و آخر ہے کیونکہ اس کی پاک ذات کے بغیر دوسری ہمہ موجودات عالم اسفلی (۱) خواہ عالم علوی (۲) سب فانی ہو جائیں گے اس لئے وہ ساری کائنات سے آخر ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن ہے پس جو چیز موجودات میں ظاہر دیکھنے میں آتی ہیں ان سب نے اسی ذات پاک سے ظہور لیا ہے۔ وہ سب اس کے ظہور میں محدود لاشیٰ ہیں۔ اسی وقت پر اللہ تعالیٰ کی ذات ”باطن“ بھی ہے پس جو چیزیں موجودات میں دھکی چھپی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے باطن میں معدوم و پوشیدہ ہیں سالک کو چاہئے کہ اس حضور والی مذکورہ بانی آیت مبارکہ میں اچھی فکر کرے اور یقین سے جانے کہ اللہ تعالیٰ ہمہ موجودات سے پہلے بھی خود ہے اور اسی وقت پر موجودات علوی خواہ اسفلی کے فناء ہونے سے آخر میں بھی فقط اسکی ذات پاک ہو طالب کو چاہئے کہ خود کو اس حضور سے ایک لمحہ بھی غافل نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے بغیر دوسری سب موجودات کے اول و آخر ظاہر و باطن کو ”لا“ (۳) کے نیچے لا کر اس میں فکر کرے۔ پس جب فکر ”لا“ کی نفی سے زور لیا۔ تو پھر محض اللہ تعالیٰ کا اول و آخر ظاہر و باطن دیکھنے میں آئے گا۔ طالب کو چاہئے کہ اس جگہ پر اپنی ہمت و مردانگی والے گھوڑے کو ایسا توتیز دوڑائے جو ایک دوڑ اور ایک ہی سانس سے اس موہوم وجود والی ہستی کو پاؤں تلے کچلے اسے نیست و نابود کر چھوڑے تو حوالا اول والا خرد و لظاہر و الباطن کی حقیقت کے سچے سوتی از خود جلوے داروں چمکدار دیکھنے میں آئیں گے۔ اور اس وقت مندرجہ بانی چاروں اسماء والے راز کو سمجھ کر اپنے آپ کو یوں کہتا جائے گا۔ اول منم آخر منم ظاہر منم باطن منم یعنی اول بھی میں آخر بھی میں ظاہر بھی میں باطن بھی میں۔

مطلب کہ اس جگہ پر خود بولنے والا اور خود سننے والا اور خود جاننے والا اور خود دیکھنے والا خود شاہد خود مشہود اور خود ساجد سجد اور خود عابد اور خود معبود محسوس کرے گا۔

(۱) زمین و ال کائنات کو عالم اسفلی کہا جاتا ہے (مترجم)

(۲) آسمان کائنات کو عالم علوی کہا جاتا ہے (مترجم)

(۳) نفی کی راہ یہ ہے کہ اول و لا اجزأ الا غو۔ یعنی کوئی بھی اول و لا نہیں مگر وہی یعنی اللہ کے سب سے اول و آخر ہے (مترجم)

### بیت

خود خدا خدا نما آید در لباس جہاں نما آید

یعنی: خود خدا خدا کی صورت میں آیا جہاں کے لباس میں واضح ہو کر آیا۔

اس منزل پر جو باہمت و باخبر سالک ہیں وہ اس حال سے اوپر آ کر سلوک میں ترقی کرتے ہیں اور کچھ پھر ایسے ہیں کہ اسی حال میں وہیں کے وہیں محو ہوئے پڑے ہیں۔ اور اوپر ترقی کر نہیں سکتے پس جو ترقی کرتے ہیں وہ وحدت کے دریا کے ایک قطرے اور چھیننے پینے سے مدہوش ہو جاتے ہیں۔ اور جو ترقی کر نہیں سکتے اور وہیں کے وہیں نیچے پڑے ہیں وہ اسی وحدت کے دریا سے کتنے پانی پینے کے باوجود بھی باہر نہیں نکلتے اور نہ ہی پھر سلوک مزید ترقی کر سکتے ہیں۔ پس ترقی والے سالک جن کے علم و عقل پر عشق پر عقل کا غلبہ ہے وہ اپنے سر و جان سے امید ختم کر دیتے ہیں وہ اس حال سے نکل کر اوپر ترقی کرتے ہیں اور جن کے عشق پر علم و عقل کا غلبہ ہے وہ وہیں کے وہیں رہ جاتے ہیں اور عروج کر نہیں سکتے۔

مطلب کہ عاشق وہ ہیں جو اپنی جان سے ہاتھ دھو کر وحدت کے میدان میں آ کر "اَنَا الْحَقُّ" کا نعرہ لگاتے ہیں اور "لَيْسَ فَنِي جُبْنِي بِسُؤِيِّ اللَّهِ" جیسے الفاظ ان کی زبان سے ظاہر ہوتے ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی شطیحات (شرع سے باہر نکلنا) کے الفاظ ان کی زبانوں سے نکلتے ہیں۔ یہ جمع (۱) کا مقام ہے۔

سالک جب اس منزل پر آتے ہیں تب ان سے ایسے شطیحات والے الفاظ صادر ہوتے رہتے ہیں اور وہ اس حال کے باوجود شریعت کی حد سے تجاوز نہیں کرتے اور نہ پھر ان سے مستحب کے سے کام ضائع و فوت ہوتے ہیں۔

حضرت پیر سائیں قدس سرہ فرماتے تھے کہ حسین بن منصور حلاج "اَنَا الْحَقُّ" کا نعرہ لگانے کی حالت میں بھی چار سو (۴۰۰) رکعات نماز روزانہ پڑھتا تھا پس کسی شخص نے اس سے پوچھا کہ اے شیخ یہ کیا ہے کہ تو دعویٰ "اَنَا الْحَقُّ" کا کر رہا ہے اور دوسری جانب اتنی عبادت بھی کر رہا ہے اس بات کا کیا سبب ہے اس پر ابن منصور نے جواب دیا کہ اس کے وجود ظنی میں وجود اصلی نزول ہوا ہے۔ جس نے دوسری سب عبادتوں سے لذت حاصل کی مگر نماز والی عبادت سے لذت حاصل نہیں کی ہے۔

اسی وجہ سے اتنی نماز پڑھ رہا ہوں۔ اے دوستو! اس بات کو بے عقل و بے سمجھ اشخاص پر کچھ نہیں سکتے تو پھر اس حال میں آنے کے بعد سالک پر کوئی عبادت معاف ہو سکتی ہے بلکہ اس مقام پر آنے کے بعد خود عبادت والے کاموں پر محکم رہنے کی دلیل ہے۔ اے دوست اس حضور میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے راز و اسرار مہینہ ہیں۔ جن کا سمجھنا اپنے دوسرے محال صد محال ہے۔ اسی لئے طالب کو اس جگہ پر سرشد کامل مکمل

(۱) مجمع البیان ج ۱ ص ۱۲ کے صاحب الزکریٰ رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح روایت کرتے ہیں: "اَنَا الْحَقُّ" بلفظ غفر لہ عن غفرہ و الذفر لہ من غفرہ و بلفظ بالحق یعنی حق کے ساتھ حق ہوتا اس کے غیر سے جدا ہے اور ان کے غیر سے جدا ہے مطلب کہ برہمنوں کو حق تعالیٰ کیساتھ اصل ہے وہ قاتل حق تعالیٰ سے جدا ہے تصوف کی دوسری اصطلاح میں ممکنات کو فاعل اور مہربان سمجھا کرتے ہیں اور مصنف حق سبحانہ و تعالیٰ کو فاعل ہونے والی صفت پر نظر رکھتا ہے اسے حق کہتے ہیں (مترجم)

کی ضرورت ہے جیسے وہ انکی تربیت و پرورش کرے کیونکہ دل والوں کو راہ اہل دل سے ملتی ہے۔ پس انہیں چاہئے کہ اپنی جان و دل سے کامل و مکمل مرشد کا دامن مضبوط پکڑیں۔

تو سلوک میں انکی مرادیں و مطالب سرانجام ہوں۔ ہاں اگر جیسے ایسا مرشد مل نہ سکے تو پھر اس کتاب کو دل و جان کی سچائی و صدق سے مطالعہ کرے سمجھے کہ بندہ شدہ اسراروں کی گرہیں کھل کر اس پر ظاہر ہوگی۔

حضور حشتم

## وَاجِبُ الْوُجُودِ

یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ از خود موجود ہے اور دوسری ہر موجودات ممکن الوجود ہے یعنی یہ حادث و فانی ہے۔ جیسا کہ اس آیت مبارکہ سے ظاہر ہے اَللّٰهُ نُورٌ السُّنُوبِ وَالْاَزْهٰی (یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں و زمینوں کا نور ہے یعنی آسمان و زمین کو اپنے نور سے روشن کیا اے طالب تو فکر کر کے دیکھ کہ نور کونسا ہے یہ نور یہ ہے کہ عالم امر و عالم خلق والی سب موجودات جو کہ حواسوں سے معلوم ہوتی ہیں ان سب نے حق تعالیٰ کی ذات سے ظہور لیا ہے اور اس نور کے دریا کا تفرّد کنارہ ہے ہی نہیں انکی سب لہریں و موجیں جو کہ اس عالم خلق اور موجودات میں دکھائی دے رہی ہیں۔ وکل وہیں سے پیدا ہو کر اٹھتی ہیں۔ اور وہی آ جا رہی ہیں۔ ان لہروں کا وجود ظاہر میں جدا جدا دیکھنے میں آ رہا ہے مگر حقیقت میں ان کا وجود دریا کا وہی پانی ہے جو کہ پھر اسی دریا کے اسی پانی میں گم و محو ہو جاتی ہیں۔

بیت

ز دریاے موج گوناگوں برآمد ز بے چوں بے رنگ چوں برآمد

یعنی: دریاے قسم قسم کی موجیں اٹھتی ہیں بے رنگی سے وہ رنگ آئی۔

اے دوست! جب "اَللّٰهُ نُورٌ السُّنُوبِ وَالْاَزْهٰی" کے دریا میں عشق کا طوفان لگتا شروع ہوا تب اس دریا کے باطن والے کنارہ سے ظاہر والے کنارے کی جانب قسمیں قسمیں موجیں ظاہر ہونے لگیں جو کہ ایک دوسری کے پیچھے آ رہی ہیں جاری ہیں اور پھر اسی دریا میں گم و محو ہو جاتی ہیں

بیت

اے جملہ جہانت حنت آخر چہ جمال است این

پیدا و تو پناہ تو آخر چہ کمال است این

یعنی: اے محبوب یہ سب جہاں تیرا حسن و جمال ہے ظاہر بھی تو باطن بھی تو آخر یہ کونسا کمال ہے



سالک کو چاہئے کہ اس آیت اللہ نور الشُّنُوب والارض میں غور و فکر کرے اور جانے کہ یہ آسمان وزمین سب نور ہے اور اس نور نے اس کے قلب کو گھیر لیا ہے، یہ نور وہ ہے جو قَلْبُ الْمُؤْمِنِ جِوْمُ اللّٰهِ تَعَالٰی یعنی مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا چراگاہ و حرم ہے اس چراگاہ یا قلب والے شمعہ ان سے نور روشن ہوا جس نے عالم امر و عالم خلق کو روشن کیا جب سالک اس مقام پر پہنچا تو اس سے آسمان وزمین کی نسبت اٹھ جائے گی اور خود کلی طور پر نور بن جاتا ہے اسی مقام پر حضور اکرم ﷺ کا یہ قول مبارک "اَنَا مِنْ نُورِ اللّٰهِ وَالْعَالَمُ كُلُّهُ مِنْ نُورِي" یعنی میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور ہر کائنات میرے نور سے ہے۔ آپ کا یہ فرمان صحیح ہوا اور اس جگہ پر آپ کا اور اللہ تعالیٰ کا نور ایک ہے۔

جب سالک کی سیر اس جگہ پہنچے گی تو پھر اللہ نُورُ الشُّنُوب وَالْاَرْضِ والی آیت کی سب حقیقت اس پر ظاہر و عیاں ہوگی۔ اور وحدت والے نور میں روشنی کی وجہ سے دوئی و اکز اور کثرت وغیرہ کی سب تاریکیاں گم ہو جائیں گی۔ اے دوست! یہ باجزا و تقریر جو تو نے سنی ہے وہ حقیقت میں ہمارے اب حقیقی یعنی آنحضرت ﷺ کی ہے کہ ہم آپ کی فرزندوں و عیال سے ہیں آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ "اَلْوَلَدُ بَسْرٌ لَا بَنِيہُ" یعنی بیٹا اپنے باپ کا بھید و راز ہے۔ اور اسی نور نے کل تیرے حقیقی باپ میں ظہور لیا تھا اور نیز دونوں جہاں اس کے نور سے واضح و ظاہر ہوئے ہیں تو پھر اس نور کا سر و بھید تو اپنے اندر ڈھونڈ لے کہ آج بھی تو وہی ہے اب اگر تو حقیقی باپ کا بیٹا ہے تو پھر تو اپنے حقیقی باپ کے متابعت پر قدم بہ قدم محکم رہو تو اس عالم خلق اور اس عالم کے سارے افراد خود بخود قائم و کھڑے دیکھے گا اور تو خود بھی اَنَا مِنْ نُورِ اللّٰهِ کیساتھ قائم ہوگا۔ اس وقت تیرے اندر کلی خواہ جزدی حقیقتیں موجود ہوگی پس اگر تو حقیقی باپ کے بیٹوں سے نہیں ہے تو پھر تو اس وقت اسی ملعون ابلیس اور نافرمان سرکش نفس کے بیٹوں سے ہے پس ایسے نافرمان بیٹے مذکورہ نعمتوں کے ورثہ و میراث سے محروم ہیں کیونکہ ان پر نفس کی حکومت و غلبہ ہے جس پر یہ آیت مبارکہ شاہد ہے اِنَّ النَّفْسَ لَا مُسَادَّةَ بِالسُّوءِ یعنی تحقیق نفس عالم خلق میں سے ہے تو پھر اسے عالم امر سے کوئی بھی تعلق و موافقت نہیں ہے۔ (عالم خلق اور عالم امر) کیونکہ نادان شخص اپنے نفس کے حکموں پھنسا ہوا اور گرفت ہے جس وجہ سے اسے اس عالم سے اس عالم کی طرف جانے کا کوئی بھی راستہ نہیں ہے تو پھر اے سالک تو اس قول کو سمجھ اور اس پر فکر کر۔

حضور نبیم

وَفِيْ اِنْفُسِكُمْ اَفْلَا تَبْصِرُوْنَ

یعنی: تمہارے اندر میں نشانیاں ہیں پس تم ان نشانیوں میں کیوں نہیں فکر کرتے

سالک کو چاہئے کہ اس آیت مبارکہ میں فکر کرے اور اسے چاہئے کہ اس کے وجود میں جو نشانیاں ہیں اگر وہ مخفی ہیں تو انہیں ڈھونڈھے اور اس کے ڈھونڈنے میں حیران و پریشان ہو کر جستجو کرے۔

معلوم ہوا کہ یہ نشانیاں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں کہ وہ اسکے وجود میں امانت طور ہیں اور انہیں وجود مطلق کی صفتیں کر کے جانی چاہئے پس امانت والی صفتوں کو کو پہنچ کر وجود بغیر کسی اضافت و نسبت کی صحیح حقیقت سے مشاہدہ معلوم کرے گا اور وجود مطلق (۱) والی صفات کہ وہ ائمہ الصافات (۲) یعنی اصلی ہیں اور امانت والی صفتیں کہ وہ وہاں فناء فی الصفات میں انسانی تھیں وہ قلب و کرب کے سوا وہاں فروغ یعنی اصلی صفتوں کی شبہاں اور شائیں تھیں۔ کہ وہ وہاں سے نکل کر اس کثرت کے موجودات میں مقید ہوئی ہیں۔ پس وہ فردی صفتیں حقیقی انسان کیلئے اصلی صفات ہیں۔ طالب کو فکر کرنی چاہئے کہ یہ دوسرے اور خطرے جو کہ اندر میں پیدا ہوتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے ہونے کی نشانیاں ہیں۔ کیونکہ یہ دوسرے و خطرات کے خیالات وہ عالم خلق سے پہلے عالم امر میں مخفی و پوشیدہ تھے۔

وہ پھر عالم خلق میں آ کر انسانوں میں چھپے اور نہاں ہوئے ہیں۔ اور جلالی صفات میں جیسا کہ غصہ و غضب اور جمالی صفات میں جیسا کہ رحم و کرم اور خیر خواہی اور بھلائی کرنا یہ ساری صفات انسان کے وجود میں ہر دم جلوہ کرتی ہیں۔ جب سالک اپنی ہستی اور خطروں اور دوسروں کی قید سے آزاد اور چھوٹکارہ پائے گا تو پھر (وَلَبِئْسَ أَتَفْبِیْکُمْ) والی نشانیاں مخفی و پوشیدہ ہیں۔ انکا از خود مشاہدہ و معائنہ کرتا رہے گا اور ان صفات والی نشانیاں کہ اس کے پاس امانت کے طور پر تھیں ان سب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹانے والا ہوگا اور دوسری بات کہ یہ نشانیاں جو کہ عالم خلق میں صورتوں و شکلوں میں دیکھنے میں آ رہی ہیں۔ انکی اصلی حقیقت عالم امر میں ہے اور ان پر حقیقۃ الحقائق ہے جبکہ وہ صورتیں عالم امر میں محض حقیقت تھیں وہ حقیقۃ الحقائق کے درجے اور مرتبے میں آ کر صورتوں کے ناموں سے کہلانے لگی۔ سالک کو چاہئے کہ مذکور آیت مبارکہ کے معنی میں اچھی طرح فکر کرے تو (وَلَبِئْسَ أَتَفْبِیْکُمْ) کی حقیقت اس پر روشن و واضح ہو اور نشانوں کا نیز مشاہدہ واضح دیکھنے میں آئے۔

### حضور دہم

## وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ

یعنی:- ہم انسان کے سانس کی رگ سے زیادہ قریب ہے

جب اللہ تعالیٰ انسان کو سانس لینے والی رگ سے بھی بہت زیادہ قریب ہے تو پھر باقی دوسری کوئی چیز ہے جو انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حائل ہو اور یہ معیت ایسی ہے جس کے ساتھ دوسری سب اضافتیں و نسبتیں ہو جاتی ہیں۔ اے طالب! یہ بات بہت باریک و دقیق ہے پس تو اس بات کو دل لگا کر سمجھنے کی کوشش کر کہ جب اللہ سانس لینے والی نبض و رگ سے بھی انسان کے زیادہ قریب ہے تو پھر اور کوئی چیز ہے کہ اس کے سوا انسان کے قریب و ساتھ ہو اور نیز اس ہمارے مہم و وجود بھی اس ذات پاک سے ظہور پایا ہے اور اسکا ہے

(۱) یعنی اللہ تعالیٰ

(۲) اہل صفات ہیں بلکہ ذکر فناء فی الصفات حضور دہم ہوا ہے (از ترجمہ مخفی نگار)

## بیت

نیا دروم از خانہ چیزی نخت تو دادی ہمہ چیز من چیز دست  
یعنی:- میں نے شروع سے ہی اپنے گھر سے کوئی چیز لائی ہے مجھے سب چیزیں تو نے دی ہے میری سب چیزیں تیری ہیں۔  
نقل:- ایک دن حضرت سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو غیب سے ایک آواز سنائی دی کہ اے شیخ بایزید جو کچھ مانگا  
ہو مانگ کہ تجھے دوں شیخ بایزید قدس سرہ نے جواب میں عرض کیا کہ اے میرے خدا میرے رب مجھے کسی بھی چیز کی خواہش اور سلیقہ نہیں ہے  
بلکہ خواہش ہے کہ میں بھی نہ ہوں اور سب کچھ تو خود ہو مالک میرے اس فقیر (مرشدنا محمود علیہ الرحمہ) کی عرض بھی بایزید قدس سرہ جیسا ہے وہ  
تو قبول فرما۔ آمین ثم آمین۔

اے دوست! یہ اقریت کی بات میں اپنی رو سے نہیں کہہ رہا بلکہ سبحانہ تعالیٰ خود اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے "وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ  
مِنْ خَبْلِ الْوَرْدِ" یعنی ہم انسان کو سانس کی رگ سے زیادہ قریب ہیں۔

## بیت

نحن اقرب گفت من جبل الورد تو فندی تیر فکرت را بعید  
یعنی:- جب اللہ تعالیٰ نے خود فحن اقرب کہا تو پھر تو اپنی فکر کے تیر کو کیوں دور کر رہا ہے پس بلند ہمت اور عالی فطرت والے شبہ باز  
بلند پرواز طالب کو چاہئے کہ اس اقریت کی معما و مجید کو کھولے اسے جانے اور سمجھے بلکہ بے ہوش و مدہوش ہو کر اس مجید کے راز و سر کا مقصد  
اپنے اندر ڈھونڈ کر دیکھے جب سالک اس حضور میں اللہ تعالیٰ کی اقریت اور قریب ہونا تلاش کرے گا تو پس اسے اپنے اندر معلوم و شاہدہ  
کرے گا۔

## بیت

میروں ز تو چون در سز نیت از خود بطلب ہر آنچہ خواہی کہ توئی  
:- جب سز میں بھی تیرے سے دور نہیں ہے تو پھر اپنے اندر تلاش کر جو کچھ تو ڈھونڈ رہا ہے وہ تو خود ہے

حضور یا ذرا ہم

فنا و بقا

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَإِنْ وَيَقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

یعنی:- جو بھی چیز زمین پر ہے وہ سب فانی ہے اور محض تیرے رب کی ذات باقی رہے گی۔

سالم کو چاہئے کہ اس آیت مبارکہ کے معنی میں فکر کرے اور یقین سے سمجھے کہ خود اور یہ سارا عالم فنا ہونے والا اور محض اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات کو بقاء ہے۔ اور نیز چاہئے کہ مذکورہ بانی آیت کے معنی میں اتنی تو فکر زیادہ کرے جیسے اس سے حضور کا علم حاصل ہو۔ اس کے بعد حضور کا علم اور یہ عالم سب اللہ تعالیٰ کے بقا والے علم میں محو ہو جائیں گے۔ اور جان لے گا کہ یہ ساری موجودات فنا ہو جائیں گی اور فقط اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کو بقاء ہے۔ تو پھر اسے (مُحِلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ) کی حقیقت اس پر روشن و واضح ہوگی۔ جب سالم میں وہ فکر زور اور غلبہ لے لی تو پھر اس کے وجود میں عشق کی آگ ایسی تو جلے گی بھڑکے گی کہ اس کی ہستی والے کائناتوں، ملکوں کو جلا کر چٹ کر کے نابود کر چھوڑے گی۔ پس عالم کے موجود ہونے کی اٹھان جو ساتھ ہی وہ از خود فانی ہوگی

پس سالم (مُحِلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ) کے مقام پر فانی ہے اور (يُنْفِىْ وَجْهَ رَبِّكَ) والے مقام پر باقی ہے جب سالم فنا و بقا کے مقام پر پہنچے ہیں۔ تب انہیں سب مراتب کی معنائیں اور مشاہدے ہوتے ہیں اور اس وقت اپنے سے اہتا و جود اور موجود ہونے والی نسبت گم ہو جاتی ہے۔ اور اٹھ جاتی ہے۔ اور جانتے ہیں کہ اسکی بقاء اللہ تعالیٰ کی بقاء کیساتھ ہے۔ جب پھر فنا کے مقام پر آتے ہیں تب اپنے اندر سارے عالم کو فنا و فانی دیکھتے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی ذات والے سورج کو سارے عالم پر چمکنے والا دیکھتے ہیں کیونکہ سارے عالم نے اسکی ذات پاک سے ظہور پایا ہے۔ پس ظاہر خواہ باطن میں اسکا جلوہ ہے۔ جیسے اس شعر میں اشارہ ہے

### بیت

ہر چہ بہت از بلندی و پستی ہمہ ز دیانت صورت ہستی

یعنی:- آسمان و زمین میں جو کچھ ہے ان سب نے اس سے ہونے کی صورت پائی ہے

اے طالب! پس تو یہ بات سمجھ کہ عالم امکانی (عالم ناسوت) اور روحانی گو عالم علوی اور مطلق ان سب کے وجود نے اللہ تعالیٰ کی ذات سے ظہور پایا ہے کہ وہ وحدت سے نکل کر اس کثرت کے عالم میں آئے اور پھر کثرت سے نکل کر وحدت میں گئے اور نیز یہ باتیں ایسی ہیں کہ اہل دل و بصیرت کے سوا دوسرا کوئی بھی اس حقیقت کو پرکھ نہیں سکے گا

### بیت

نہ ہر کہ سر ہترا شد قلندی دائم ہزار نکتہ باریک تر ز مواہین حاست

یعنی:- ہر کوئی سر منڈانے سے اپنے کو قلندری ہونا نہ جانے کیونکہ اس جگہ ہزاروں نکتے بال سے باریک ہیں۔ جبکہ یہ باتیں باریک

اور دقیق ہیں۔ تب تو انہیں سمجھنے کی کوشش کر۔

اے دوست! یہاں محض باتیں سنی نہیں ہیں۔ بلکہ یہاں سفر کے منزل کو پہنچنا ہے پس جو شخص فکر کا سفر کر کے آگے چلنے کی کوشش

کرے گا، اس بات کو سمجھے گا اور دیکھے گا ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء اللہ واللہ ذو الفضل العظیم یعنی:۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی و بھلائی ہے جسے چاہے عطا کر دے اور اللہ تعالیٰ بڑی مہربانی کا صاحب ہے اور نیز دوسرے کسی شخص کو طاقت نہیں جو فنا و بقا کے بھید پر کئے اور جانے اس وجہ سے اس بھید کو اپنے اندر پر کئے سمجھنے کی کوشش کر کہ "قال" سے نجات پائے حال دالے مرتبے کو پہنچ کر اور نیز اسی حقیقت معنی کا آپس میں مشاہدہ کرے اور دیکھے

ہمت بلند باید عاشق مست ہے را  
مرد ضعیف ہمت کا بدعاشق کنگہ

یعنی:۔ عاشق مست شراب خوردہ کو بڑی ہمت چاہئے اس لئے کہ کم ہمت کا بندہ عاشقوں کی صفوں میں نہیں سہایا جاتا

حضور دوازدم

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

یعنی:۔ نہیں ہے پھر ناگنا ہوں سے اور نہیں ہے قوت طاعت پر مگر اللہ تعالیٰ کی ہمراہی و مدد سے کہ وہ سب سے

بلند و بالا اور بڑی عظمت والا ہے

سائل کو چاہئے کہ اس کلمہ کے معنی میں فکر اس طرح کرے کہ یہ اسکا بلنا، جلنا اور قوت اور نیز اس عالم اور اس عالم یعنی دنیا و آخرت کی سب قوتیں ان سب کو اللہ تعالیٰ کی قوتوں و طاقتوں میں محو و گم جانے۔

معلوم ہو کہ یہ حضور شروع میں خیال ہے خیال کے بعد فکر کی صورت لیتا ہے اور کسی وقت نہیں بھی لیتا پس جب سائل میں قبض کی حالت پیدا ہوتی ہے تو پھر فکر صورت نہیں لیتا بلکہ اندر میں پریشانی اور بے جمعیتی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے طالب کو چاہئے کہ مایوس ہو کہ چپ کر کے نہ بیٹھے اور چاہئے کہ اس راہ میں ہمت ایسی کرے کہ اپنے گردن کو پاؤں بنا لے اپنے دل و جان سے تیز کر کے آگے چلے اور راہ میں مردوں کا کام رکنا اور ٹھہرنا نہیں ہے۔ اور نیز آنکھ جھپکنے جتنا یک لمحہ بھی اس حضور کے فکر سے غافل نہ ہو۔

بیت

یک چشم زدن غافل ز آں نباشد  
ترسم کہ نگاہے کند آگاہ نباشم

یعنی:۔ میں اپنے محبوب و معشوق سے ایک پلک بھی غافل ہوں۔ ڈر ہے کہ محبوب میری طرف دیکھے اور میں بے خبر ہوں۔

جب طالب میں طلب کی سچائی والی ہمت واضح ہوگی تو پھر اس حضور کی حقیقتیں اوپر از خود ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت اسکا حول و قوۃ اس سے گذر کر کے اللہ تعالیٰ کے حول و قوۃ سے مل کر پیوستہ و یک ہو جاتا ہے اور ہر طرف کی قوتیں فانی ہو جاتی ہیں۔ اور جان لے گا کہ اسکی حول

و تو تم جس کو اس کے پاس تمہیں وہ اس سے ہمیشہ گئیں۔ جنگی اب اس کے پاس کوئی علامت و نشانی نہیں رہی۔

تو مباشرتاً کمال میں ست و بس

تو درگم شو وصال میں ست و بس

یعنی:۔ تو اصل ہوئی نہیں بس کمالیت یہی ہے تو اس میں گم ہو جا بس وصال وہی ہے۔

پس جس فنا شدہ بندے کی استعداد قوی ہے تو پھر اسے اس حال سے اوپر لا کر ترقی پر پہنچائیں گے اور نیز ایک مقام سے سیر کر کے اس سیر پر لائیں گے کہ اسے عروج کے مقامات حاصل ہوں۔

پس رفتہ رفتہ ایسی منزل کو پہنچے گا جہاں سالک بخود ہو کر حق سبحانہ و تعالیٰ کے حول و قوۃ کا اپنے آپ میں بغیر کسی اضافت کے مشاہدہ کرے گا۔ اس حضور کے حاصل ہونے کے بعد اس عالم اور اس عالم کی توہمیں از خود جانتا رہے گا اور پرکھے گا اور اس وقت لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم کہتا رہے گا۔ اے سالک! یہ باتیں ہر کسی شخص کی سمجھ میں آنے جیسی نہیں۔ البتہ جس طالب کی طبیعت کبریت احمر یعنی پختہ جیسی ہوگی وہ اس حضور کو جلد سمجھ سکے گا اس لئے تو اس حضور کے معنی کو حاصل کرنے کی کوشش کر جب تجھے یہ حضور نصیب ہو تو پھر تو اس پر مداومت و تکیہ کر تو پھر اسکی حقیقت و معنی کا سورج تجھ پر ہمیشہ طالع ہو یوں قبض خواہ سب کی حالت میں حجاب کا بادل اس کے بچ میں سامنے نہ آئے اور دنیا و غنی کی ظلمتوں اور تاریکیوں کے خیالات کے سبب وہ طلوع ہونے والا سورج غائب نہ ہو۔

### بیت

ہر کرا آں آفتاب میں جاتا فت آنچہ وعدہ بود اینجا یافت

یعنی: وہ سورج جسکے لئے یہاں روشن ہوا وہاں کیلئے جو وعدہ تھا وہ یہاں واضح ہوا۔

اس قسم کا مطلب بصیرت کا صاحب ہے۔ جس نے اپنی آنکھوں کو غیر سے بند کر کے حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف کھولی ہیں اور نیز اس حضور کی حقیقت کو کما-بہنی حاصل کیا ہے۔ تو پھر ایسا طالب اس عالم کو اس عالم میں حق سبحانہ و تعالیٰ کیساتھ ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ بھی اس کے ساتھ ہے۔ اور یہ سب کچھ بے خودی کا نتیجہ ہے۔

### بیت

چوں میں جا بے خودی می آور دہوش عبارت لا اشارت گفت خاموش

یعنی:۔ اس مقام پر جب بے خودی نے ہوش لے لیا تب اشارے نے عبارت سے کہا کہ خاموش رہنا جب سالک اپنی خودی کو مٹا کر

بے خود ہوگا۔ تب خود کو خود سے پہچانے گا جیسے آیا ہے

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ یعنی: جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے یقیناً اپنے رب کو پہچانا اے دوست! یہ مخفی معانی و بصیرت

سب تیرے اندر ہیں۔ لیکن تو انہیں غفلت کی وجہ سے پہچاننے پر کھنے سے بے نصیب رہتا ہے۔ تو انصاف کیساتھ نظر کر کے دیکھ کہ اس بیہودہ دنیا کے فالتو خیالات و بوس اپنی اصول حیات کو کیونکہ ضائع کرتا ہے اور بالآخر تجھے اس فانی دنیا سے کوچ کر کے وجدانی عالم کی جانب چلنا ہے اسے بے کجھ نادان اس نادانی و غفلت کو چھوڑ کر مردوں جیسے کام کر کہ مردوں میں شمار ہو۔

### بیت

مرد آن باشد کہ باشد خود شناس ی شناس سد خوش رادر ہر لباس

یعنی: مرد وہ جو اپنے آپ کو پہچاننے والا ہو کہ خود کو ہر لباس پہچانتا ہے۔

پس اسے دوست! اگر تو مرد ہے تو پھر تو یہاں ہی بہت و مردانگی کر تو پھر اولنک سخا لانعام بل ہم اصل والی گمراہ جماعتوں میں سے ہوگا (یعنی وہ ہیں جو مردوں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ دیکھتے ہوئے ہیں) دانا آدمی کیلئے اتنی تشریح کافی دس ہے جو کہا ہے العاقل تکفیه الاشارة یعنی ماقبل غصص کو اشارہ کافی ہے۔

### بیت

من آنچه شرط بلاغ ست باتوی گویم تو خواہ از ختم پندگیر خواہ ملال

یعنی: جو پیغام پہنچانا لازمی تھا وہ میں نے تجھے بیان کیا۔ چاہے تو میری خبر خواہی والی بات کو قبول کر چاہے تو میری نصیحت سے نفرت کر

### حضور سیزدہم

### اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے

اس کا حکم عرش سے تحت المزی تک جاری و ساری ہے اور اس کا لشکر چو گرد تیار کھڑا ہے۔ وہ بعضوں کو ذلیل و خوار کرتا ہے اور ضعیف بناتا ہے اور دوسرے لوگوں کو عزت و شرف دیکر بلند کرتا ہے سالک کو چاہئے کہ اس شغل میں اپنے وجود اور اسکے مظہر کی فکر کرے اور نیز اس حضور کو اپنی ہنستہ ہنستہ یقین و خیال سے ایسا تصور و فکر کرے جیسے دل اس سے محبت، انس و آرام لے۔ اس لئے اس حضور کی فکر سے اپنے آپ کو غافل کرے اور اعراض کر کے نہ بھولے اور آپ نفسانی گو شیطانی دوسرے اور خطرے جو اندر میں آتے ہیں ان پر غیرت و نفرت لائے اور ان سے ہر طرح سے بیزار و دور ہو۔ اور وحشت و غفلت سے باہر نکل کر شغل کیساتھ محبت و الفت میں آئے۔ اور جس وقت دل میں خطرے اور دوسرے پیدا ہونا شروع ہوں اور قبض بھی غلبہ اور زور لے تو پھر ایسے حال کیساتھ شغل میں مشغول رہنا بہت مشکل و اشکل ہے۔ اس لئے طالب کو چاہئے کہ بے ہمت دست ہو کر تھک نہ جائے بلکہ قبض و سبط والی حالت میں بھی ایک جیسا و یکساں ہو جائے بلکہ اس وقت اپنی کوشش و ہمت سے ان خطرات و دوساؤں کو نالے اور دفاع کری اور اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہے میں اپنی اس مراد و مقصد کو پہنچوں یا نہیں تو بھی اس کے حاصل



کرنے سے خود کو نہیں روکوں گا اور آخر کار میں اپنے آپ کو اس راہ میں قربان بھی کر دوں گا۔

### بیت

یا ہم اورا یا نیا ہم جستجوئی می کنم حاصل آید یا نیا یہ آرزوی می کم  
یعنی: میں اس محبت کو پاؤں یا نہیں تو بھی اسے ڈھونڈتا رہوں گا اور مراد پوری ہو یا نہ نہیں تو بھی اسے ڈھونڈنے کی آرزو اور تمنا کرتا رہوں گا۔

اور چاہئے کہ اپنے ارادے اور ہمت پر چست و چالاک ہو اور مطلب و مراد کی حاصل ہونے یا نہ ہونے والی دونوں حالتیں اوپر ایک جیسی ہوں۔

اور یوں کہا جائے کہ اس راز اور بعید کے حاصل کرنے کیلئے اپنا سر و جان دوں گا یا راز کو حاصل کر دوں گا اسم مقام پر حضرت جبرائیل قدس سرہ الاقدس طالبوں کے قلب اور باطن کو تقویت و مدد دینے کیلئے اس طرح فرماتے تھے۔

### بیت سندھی

|     |        |       |     |      |        |       |    |         |     |    |
|-----|--------|-------|-----|------|--------|-------|----|---------|-----|----|
| جنی | جانی   | کے    | ڈے  | نہ   | تہ     | موت   | بہ | خیندوئی | جنی | کے |
| امو | تان    | انصاف | کر  | موہ  | چکو    | ک     | می |         |     |    |
| سید | چوی    | سر    | ڈنے | لے   | تہ     | ڈھین  | تہ | ڈے      |     |    |
| کین | لھندین | کی    | وری | اھڑا | سوداگر | پہرین |    |         |     |    |

ایسی فکر کرنے سے نفس عاجز و مغلوب ہو جاتا ہے اور ابلیس بھی ناامید و پشیمان ہوتا ہے اس جگہ پر طالب کی نیز سچائی اور مردانگی عیاں ہوتی ہے اور اسکی ہمت و کوشش اسے اس مقام پر لا کر پہنچائے گی کہ اس علم کے وجوہ اور اسکے وجود کے مظہر اور مظاہریت کو ”لا“ کے سنے لا کر حق سبحانہ و تعالیٰ کے وجود میں معدوم و گم کر دے گا کہ یہ سب کچھ نہیں ہے محض حق تعالیٰ کا وجود تھا اور اب بھی وہی ہے اور یہ سب موجودات بھی اسکی ہستی میں گم شدہ ہے۔ اور اس وقت اسکی فکر میں وہ اور حق تعالیٰ خود بخود قائم اور بخود بخود باقی ہیں اور سالک جب اس مقام پر پہنچاتا ہے پس اپنی ہستی اور مظہریت کا لباس اتار کر حق سبحانہ و تعالیٰ کے وجود اور اسکی مظہریت کا لباس کا ندھوں پر پہن لیتا ہے اس وقت محض مالک و الملک کا وجود باقی رہا ہے۔ جس کا حکم عرش عظیم سے لے کر زمین کے تحت الٹری تک چلتا ہے اور نیز اسکے خاص تشکر مقرر ہیں کہ وہ اسے چوگر دکھڑے ہیں پس وہ مالک الملک کے حکم سے بعضوں کو نیچے کرتے ہیں اور بعضوں کو اوپر۔ یہ نیچے اوپر کرنے والے کا اگر وہ باطن (۱) سے

(۱) باطن سے مراد ماہمہ ہے جس سے حکم ہوتا ہے کہ وہ عالم فائق میں ملاں ہوتے ہیں۔ باطن سے مراد ہے کہ کوئی نفس آج سکین و فقیر ہے۔ لیکن اس فیض والے فطری مدد سے وہ کل ختمال اور خوش نصیب ہو سکتا ہے اور آج اگر کوئی بادشاہ ہے اور ملت مند ہے تو پھر فی فطر کے حکم سے بادشاہ فقیر یا قیدی ہو سکتا ہے اور ملت مند منس ہو سکتا ہے۔ (از سترجم)

ظہور عمل کرتے ہیں۔ اور پھر ظہور سے باطن میں وہ سب انہیں مغفوض سپردہ ہیں۔ جب بھی طالب اپنے وجود کے ملک اور اسکے ساتھ دوسرا سارا سامان حقیقی بادشاہ ملک الجبار کی خدمت میں عرض رکھ کر یوں کہتا رہے گا۔

### بیت

نیا دروم از خان چیزی نخست تو دادی همه چیز من چیز تست

یعنی: میں نے شروع سے ہی اپنے گھر سے کوئی چیز نہیں لائی تو نے دیا ہے میری تمام اشیاء تیری ہیں۔

ایسی حالت میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ سالک کے وجود کے سامان کے مغفوض میں عرش سے لیکر تحت الارض تک حکم چلانے کیلئے سارا حسین لشکر اسکے تصرف و قبضہ میں دیتا ہے۔ اس جگہ پر حضرت حیر سائیں قدس اللہ سرہ الاقدس یہ نقل بیان فرماتے تھے۔

نقل: ایک بادشاہ ہوا کرتا تھا کہ سال بسال اور ہر دور میں اپنا خزانہ لاکر باہر میدان میں رکھتا تھا اور اپنے غلاموں و باندیوں کو امر کرتا تھا کہ تمہیں جو بھی چاہئے اور طلب ہو وہ اس خزانے والے مال سے لو اور اٹھاؤ۔ پس جسے جتنی چاہت تھی اتنا ہراک اٹھا رہا تھا۔ یہ سلسلہ کتنے سالوں سے ایسے ہی چلتا رہتا تھا۔ اور بادشاہ اپنے غلاموں و باندیوں سے کہتا رہتا تھا کہ جسے جتنا چاہئے وہ اس ڈھیر سے اٹھائے۔ پس ہر کسی نے خزانے سے اٹھایا اور لوٹنا مگر ان میں سے ایک باندی ایسی تھی کہ وہ اس خزانے والے مال سے اٹھانے نہیں جاتی تھی اور بادشاہ کے حضور میں ایسے ہی بیٹھی رہتی تھی بادشاہ کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ ادب سے باندھ کر عرض کیا کہ اے بادشاہ سلامت میرے لئے تو ایک ہی کافی ہے۔ اور مجھے خزانے کے پیسوں اور سونے کی طلب نہیں۔ بادشاہ نے باندی کے صدق کا حال دیکھ کر کہا کہ میں اور سب غلام و باندیاں تیری ملک ہیں۔ اے طالب صادق تو اس باندی کی ہمت و سچائی دیکھ جس نے اپنے بادشاہ کے علاوہ دوسرے کسی مال و متاع کو پسند و قبول نہیں کیا۔ اور نہ ہی خزانے کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو پھر اسے کتنا اچھا انعام و اکرام ملا ہوا پس تجھے چاہئے کہ اس بات کو دل کے دھیان سے سمجھ اللہ تعالیٰ کافی دہس ہے۔ اور باقی دوسرا سب ہوس ہے۔ دیوان حقیقہ والا کہتا ہے۔

### بیت

خود را بیا ختم خدا را بیا ختم کس را توقف نیست ز سودائے ما

یعنی: جب ہم نہ خود کو مٹا دیا۔ تو پھر خدا کو کوا لیا۔ ہمارے اس سودے و نفع کی کسی بھی آدمی کو خبر و واقفیت نہیں ہے اور نیز اس جگہ پر مراد فقیر رنگینی نے سرائیکی زبان میں اس طرح کہا ہے:

### بیت

میت سوداگر سودا دلبر عشق دلال کیوتوسی

سکو سودے دج تن من مال دتوسی

ملیا دوست دل گھریا سودا ساب پیوی

پر رب سب مراد کیا جو سکھ ڈینی لکھ گتوسی

یعنی: سودے کی چیز محبوب اور آنکھیں اسکے لئے خریدار و سوداگر ہوئیں پس اس محبوب و معشوق کو خریدنے کے لئے عشق کو دلال کیا اور خرید میں اپنا تن من اور سارا مال دیا۔ پس دل چاہا محبوب و دوست ملا اور سودا دہو پار مطلب کا حاصل ہوا۔ لیکن رب کریم نے مراد کا گو سب پیدا کیا کہ تن اور من اور مال تنکے سے ہیں وہ دیکر لاکھوں جیسا محبوب و معشوق ہاتھ کیا۔

اے میرے من موہنا دوست اگرچہ حقیقت میں سارے عالم پر حضرت حق سبحانہ کا کلی تصرف ہے لیکن عارف جب اس مقام پر پہنچتے ہیں تب وہ ذات پاک کے بقا والے تصرف کیساتھ اس عالم تصرف ہوتے ہیں یہ تصرف ایسے عارفین کو حاصل ہے جو کہ اس اہل ہیں۔ جن پر یہ حقیقت روشن و عیاں شدہ ہے۔ اور دوسرے عام لوگوں کو اس بات کی کیا خبر۔ کیا خوب یہ بیت کسی کہنے والے نے کہا ہے

رباعی

|          |      |       |          |
|----------|------|-------|----------|
| ماہم     | جملہ | نہستم | مانچ     |
| چوہا نیم | کر   | تکس   | کر       |
| ا        | ہقیم |       | ما سلطان |
| گدا نیم  | مکل  | آپ    | در کست   |

یعنی: ہم کچھ بھی نہیں ہیں جملہ ہم ہیں کسی وقت کسی کی مانند ہیں اور کسی وقت ہمارے ہیں حقیقت میں ہم بادشاہ ہیں لیکن پانی و مٹی کے لباس میں ہم ڈھلے ہوئے ہیں اور نیز کسی دوسرے دراز دان عارف نے کہا ہے۔

بیت

درمان عارفان ایں سر پہاں یا قہم  
ہر کرا من جتہ بودم ایں خود را یا قہم

یعنی: اس پوشیدہ مجید کو عارفوں کی مجلس میں پایا۔ میں جسے ڈھونڈ رہا تھا وہ بھی جنسی خود کو ہی پایا۔

اس حضور میں اسراروں و درازوں کی حقیقتیں ظاہر ہوئی ہیں کہ یہ بہت عمیق و چھپے ہوئے ہیں کہ عام کی سمجھ سے بہت بلند ہیں البتہ یہ عارف جو کہ کامل و مکمل ہیں اور نیز سلوک کی راہوں اور بنجروں کے واقف ہیں وہ اس دراز و اسرار کو سمجھتے اور جانتے ہیں۔ اس حضور کو اس مقام پر ختم کر کے بس کرتا ہوں اور دانا اشخاص اور دانشوروں کیلئے اتنا کافی ہے۔

## حضور چہار دہم

## اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں

سائل کو چاہئے کہ اپنے کو ”مخلقوا باخلاقی اللہ“ کے خلق و زیورات سے مزین کرے اور سنوارے کیونکہ ہر کسی اسم کا تعلق اپنے کسی کیساتھ ہوتا ہے جن کا تعلق عالم ارواح اور عالم اجساد اور عالم ملک اور ملکوت والوں کیساتھ ہے پس چاہئے کہ اپنے قلب میں ان اسماء کی اچھی طرح فکر کرے تاکہ ان اسماء کی کیفیت اور حال اپنے اندر سمجھ کر اور جان کر اور اس حضور کے حاصل کرنے کے لئے رات خواہ دن بے قرار و بے آرام ہو بڑی کوشش اور سعی کیساتھ مشغول رہنا چاہئے اور خود کو ان اسماء مبارکہ کی فکر میں گرفتار کرے اور نیز اس فکر کا اثر اسکی فطری طبیعت اس وقت قبول کرے گی جس وقت سائل خود اپنے سے ماسواہ کے قطروں و دوسوسوں کو اپنے دل سے نکال کر خالی کرے گا۔ اس کے بعد فکر سے لذت اور محبت ایسی حاصل ہوگی جس طرح ماں اپنے دودھ پینے والے بچے کے ساتھ لذت و انس لیتی ہے اور خود خطرات و وساوس سے ایسی نفرت آتی رہے گی جیسے ماں کو پرائے بچے کو دودھ پلانے سے وحشت آتی ہے جب سائل کے اندر شغل کی صورت پیدا ہوئی تو پھر اس سے اسم کی حقیقت جو بندہ ہوگا۔

اور پھر اسم سے سنی کی حقیقت بجاپنے کی جانب متوجہ ہو گا یوں ہی ایک سیر می ت چڑھ کر دوسری سیر می کی جانب قدم بڑھائے گا اور سنی کی حقیقت، ذمہ دار ہے گا۔ اور راستے پر ٹھہرنا اور رکنا نہیں آئے گا۔

## بیت سندھی

|      |      |      |          |       |      |     |      |     |
|------|------|------|----------|-------|------|-----|------|-----|
| تحر  | دشے  | تان  | ہر       | مگز   | ناحق | ڈار | م    | ڈور |
| نگی  | لا   | لاسن | بے       | بھورا | من   | م   | بھور |     |
| سوئی | صاحب | سور  | جید انھن | عالم  | آسرد |     |      |     |

طالب کو چاہئے کہ اس حضور کے شغل میں اپنے وجود کو مکمل محبت و عشق سے یوں جلائے کہ یہ اسم سنی میں محو ہو جائے جو اسکی ہستی کا کوئی بھی نام و نشان باقی نہ رہے۔ جب ایسی محویت اور گرم شدگی حاصل ہوگی تو پھر اسے حق سبحانہ و تعالیٰ کے وجود کی خلقت کیساتھ مشرف ہو کر پھر اس عالم کی جانب پھرا کر لائے گی تو پھر جیسے مخلقوا باخلاقی اللہ کے خلقتوں کے قباس کے بت کے قد کے برابر پوری آتی ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی نورانیت والے ناموں سے سارے عالم کو تعلق و تعلق اور تعبد سے روشن و منور کرے گا۔ اور ساری خلق اس کے فوائد سے اپنا نصیب و حصہ حاصل کرے گی پس جو اسم اسکے خلقتوں کی حقیقت کا لائق ہو گا وہ اندر تجلی کرے گا اور اسکا تصرف عالم اسرار اور عالم خلق میں ظاہر اور عیاں ہو گا اور سمجھوں کو اپنے قبضہ میں قابو کرنے کا اور نیز خلق کے ظاہر ہوتے وقت نئی نئی تجلیاں ظاہر ہوتی رہیں گی اور جیسا کہ کسی وقت غضب اور قہر والی تجلی ظاہر ہوگی اور کسی وقت رحم و کرم کی تجلی اور یوں ہی کسی وقت مبر و شکر والی اور اسے ہی ان اسماء مبارکہ میں سے ہر ایک اسم

کی تجلی جدا جدا وقت میں اور حالات کے موافق اس میں تجلیاں آتی رہیں گی جیسے اس بات میں ”ثمرۃ الخیۃ“ کا صاحب نے اپنی اس کتاب میں ایک نقل کیا ہے کہ ایک عارف تھا کہ الہی اسراروں سے واقف تھا اس اعلیٰ ظاہر والے نے قاری کے پیچھے عشاء کی نماز ادا فرمائی اور قاری جب قرأت میں اس آیت (هو الله الذي لا اله الا هو عالم الغيب والشهادة هو الرحمن الرحيم هو الله الذي لا اله الا هو الملك القدوس یعنی وہ اللہ ہی ہے کہ اسکے وجود کے علاوہ دوسرے کسی کا وجود باقی نہیں ہے۔ وہ غائب خواہ حاضر کو جانتا ہے۔ وہ بڑا مہربان اور بڑی مہربانی والا ہے وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں وہ ہادشاہ سارے عیوب سے نہایت منزہ و پاک ہے نجات دینے والا اور ہر طرف کا نگہبان اور غالب اور بڑی قوت والا ہے۔) پر پہنچا اور وہ عارف اس نماز میں مسبوق یعنی شروع سے نماز میں شریک تھا اور ان آیات کے ہر ایک اسم مبارک کی حقیقت والی صفات سے رنگا ہوا تھا اس وجہ سے ان اسماء مبارک کی تجلیاں اس پر ظاہر ہونے لگیں اور جب قاری جبار اسم پر پہنچا تب اس اسم کی تجلی کی حقیقت عارف پر غلبہ لائی اور جباریت کے شعلہ کا نور عارف کے دل سے نکل کر قاری بیہوش اور بے اختیار ہو کر کعبہ سے منہ پھیر کر اس عارف کی جانب منہ کر کے اس کے سامنے سر رکھ کر سجدہ کیا۔

### بیت

سار رخ زیبائی تو افتاد زابد را نظر تسبیح زہدش یکطرف ماندہ مصلیٰ یک طرف

یعنی: جب زابد کی نظر تیرے حسین چہرے اور صورت پر پڑی جب اسکے زہد کی تسبیح ایک طرف تو مصلیٰ بھر دوسری طرف رہا۔

اے دوست تھقل ایسا چاہتے باقی محض اسماء کی گنتی اور خوانی سے قائدہ ہاتھ نہ آئے گا اور نیز یہ بات آشکار و کھلی ہے کہ کسی بھی چیز کا

پھل اور مراد سواہ محنت و مشقت کے حاصل نہیں ہوتا اور نیز بہت سے سالکین و طالبین نے اس راہ میں اپنی گردنیں اور جانیں قربان کر دی ہیں اور اپنے جگر و سر کا خون دیگر بھرا اس سیر و راز کو حاصل کیا ہے۔ اے دوست تو بھی جب تک اس بید اور راز کو نہیں پائے گا

### بیت سندھی

سر ڈہئی سٹ جو گھنیں بیت کھان سین

مرنا مٹھن م موڑ وئی تپی ودھ لے

یعنی: اے میرے دوست سچے طالب کو چاہئے وہ یہاں جان و جگر کی بازی لگا کر اپنے محبوب کو ہاتھ کرے۔

### بیت

جان بجاناں وہ دگر نہ از تو بتاندا جل خود تو منصف باش ایں نکویا آن کو

یعنی: محبوبوں اور معشوقوں کو تو اپنی جان دے نہیں تو اجل یعنی موت خود ہی روح قبض کرے گا۔

پس تو انصاف کر کہ یہ کام اچھا یہ وہ کام اچھا۔ اے میرے بھائی یہ مقام ان لوگوں کیلئے ہے جو اپنے جگر کا خون پی کر کھنٹیں و مشقتیں

کانتے ہیں اور نیز دوسرے وہ ہیں جن کا باطن سے درد سوز کی آہیں نکلتی ہیں اور اگر ایسے حال والے نہیں ہیں تو پھر ان کے لئے مقام نہیں ہے۔

### بیت

عشق آسان نیست جانوں کہ بھڑگاں کنڈں ست

کشتی کاغذ میاں قعر دریا بردن ست

یعنی: اے دوست عشق آسان و سہل نہیں ہے کیونکہ آنکھوں کی پلکوں کیساتھ جبل روندنے ہیں اور نہ کاغذ کی کشتی ہے عشق دریائے درمیان سے پر گزر جائے گی اور نیز دوسرے کسی بزرگ نے کہا ہے۔

### بیت

دار را معراج می خوانند سرداران عشق

زایں سب ہر بوالہوس کے بر سردار آرد

یعنی: عشق کے سردار (یعنی عاشق) کے چہانسی کو معراج کہتے ہیں اس لئے ہر ایک بوالہوس و نام نہاد عاشق کو چہانسی اوپر کیسے لائیں۔ اب اس حضور اور اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے تعلق و تعلق کا ذکر بیان ہے تب طالب کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم میں سے اپنے اندر تعلق و تعلق و تعبد پیدا کرے اور انہیں پہچانے تو پھر یہ سارے مرتبے کیساتھ مشاہدہ کرے گا کہ خود آپ ہے جو سارے لباس میں سرور اور ذہان پر اس مقام پر پہنچا ہے۔

### بیت

آں بادشاہ اعظم در بست بود محکم پوشیدہ دلّی آدم ناگاہ بر در آمد

یعنی: اس بڑے بادشاہ کا دروازہ جو کہ محکم بند شدہ ہے وہ انسانی لباس والی گودڑی (۱) پہن کر اچانک دروازے سے باہر آیا اور نیز اس مقام پر یہ حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورۃ (یعنی تحقیق اللہ عزوجل نے آدم کو اپنی صورت پر تخلیق فرمایا) تائید کرتی ہے اس جگہ پر آنے کے بعد بندے کے وجود کی صورت اللہ تعالیٰ کے وجود کیساتھ مل چکی ہوتی ہے اور نیز بندے کے تعلق و تعلق و تعبد وہ اسکے تعلق و تعلق و تعبد میں نئے ہوئے ہوتے ہیں اس قسم کے بندہ کبریت احمر یعنی پارس ہے پس اس بندے کا بولنا دوا ہے اور اس کا دیکھنا اور نظر کرنا کرنا بیمار طابع

کیئے شفا ہے اور اسکی محبت اور مجلسِ سرودہ دلوں کو جلا بخشنے والی ہے۔

### رباعی

محبت ایساں خاک را اکیر کرد      لطف شان در ہر دل تاثیر کرد  
ہر کہ با ایساں نشین دیک ی      روز محشر او کجا دارد غمی  
یعنی: ان کا ملین کی محبت نے مٹی کو پارس بنادیا اور ان کے الطاف و نوازشات نے ہر ایک شخص کے دل میں اثر کیا جو شخص ان کے  
ساتھ محبت میں ایک ہل یا ساعت بیٹھا تو اسکو قیامت کے دن کا کیا غم رہے گا۔ اے دوست یہ سب عشق و محبت کا شور و غلبہ ہے جس نے ایسے  
اسراروں اور راز کی باتوں کو اس عالم میں لا کر واضح و ظاہر کی۔  
اس مقام پر شاہ عبداللطیف بھٹائی قدس سرہ نے کتنا خوب کہا ہے

### بیتِ سندھی

مومن      تاں      گھنوں      لایو      پر      درن      کینور      روشن  
رسیو      ریزاں      کھے      زردی      منجمان      و      ظن  
ویری      مومن      ورن      جن      کالہ      بدھائی      کجھ      جی  
حضرت مرشدنا خلیفہ محمود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اس مقام پر ہم پہنچے تب عشق نے بڑا زور و غلبہ کیا اور عقل کا اثاث البیت  
یعنی گھر کا سب اور سامان جو کچھ تھا وہ سب عشق لوٹ کر چھن کر اٹھا گیا۔ پس ہمیں جتنے کہنے اور بتانے کی ضرورت و چاہت تھی وہ بیان کر کے  
سنادی نہیں تو یہ باتیں ظاہر کرنے جیسی نہیں ہیں کیونکہ محققین اور کاملین کا کہنا ہے اظہار الاسرار کفر یعنی اسرار و رموز کا ظاہر کرنا کفر ہے اور  
نیز مدیث شریف میں آیا ہے کہ تکلمو الناس علی قدر عقولہم یعنی لوگوں سے انکی عقل و دیانت مطابق گفتگو کیجئے۔  
اے طالب! تو بلند ہمت اور ہوشیار بن اور یہ جو کچھ بیان ہوا ہے وہ سارا تجھے فائدہ دینے کیلئے کیا گیا ہے اس لئے کہ یہ سب طالبین  
کی طلب کیلئے ہے جنہیں اس راہ میں کوچ کر کے سفر کرنا ہے اور اگر یہ طلب کی راہ میں سفر نہیں کریں گے اور نہیں چلیں گے تو پھر خود کو حق سبحانہ  
و تعالیٰ کی منتہی جماعت والوں میں سے نہ سمجھیں۔ بلکہ وہ مخنثوں اور نیمو دوں کی جماعت میں سے ہے۔

### قطعہ

اے دل بیخوس پر سرکار نہ ری      تاغم نہ خوری بہ غم گساری نہ ری  
تا خاک ترا کوزہ نوازند گھالان      ہر گز بہ لب لعل نگاری نہ ری  
تا شاماں صفت تن ندھی درارہ      ہر گز بہ سر زلف نگاری نہ ری



تا بچو حنا . سودہ مگر نہ تہ سنگ ہر گز بہ کف پائے نگاری نہ ری  
(۱) اے دل محض آرزوؤں اور ہوس سے مقصد کے کاموں نہیں پہنچے گا جب تک دکھ اور غم نہ کھائے گا تب تک غمگساروں اور ہمدردوں کو  
نہیں پہنچے گا۔

(۲) مٹی کی طرح جھک کہہا تجھے کوزہ یعنی گلال کر کے نہیں بنائیں گے تب تک محبوبوں کے لال لبوٹ پر کبھی بھی نہیں پہنچے گا۔

(۳) کنگھی کی طرح جب تک اپنا جسم ارہ کے نیچے نہیں دے گا تب تک معشوقوں کی زلفوں تک نہیں پہنچے گا۔

(۴) حضرت مرشد ناخلفہ رحمۃ اللہ علیہ اس حضور کو ختم کرتے وقت لکھتے ہیں کہ اس رسالہ میں فقط اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام مجمل

طرح لایا ہوں ان ہی کے تعلق و تخلق اور تعبد کی تفصیل اور شرح میرے مرشد قدس سرہ کی تصنیف کردہ شرح (اسماء الحسنی) میں بیان ہوا ہے  
اسے مطالعہ کریں۔ (۱)

اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام اس طرح ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## حضور پانزدہم فتاویٰ الشیخ (مرشد کی صحبت کا تصور و فکر)

یعنی مرشد پاک کی (صورت) صحبت کی فکر کرنے کے بعد وہ قادری طریقے کا ہوا نقشبندی سالک کو چاہئے کہ اول اول اس حضور میں مرشد کی صورت (صحبت) کی فکر اور تصور ایسا کرے جیسے اپنے وجود کو مرشد کی حقیقت و صورت میں محو و معدوم کرے اور محویت و فنایت ایسی ہو کہ اسکے وجود کی جگہ مرشد کا وجود ہو اور اسکی حقیقت کی جگہ پر مرشد کی حقیقت رہے اور اپنے کو درمیان میں نہ جانے۔ یوں کرنے سے اپنے اندر مرشد کی ساری کمالتوں کی حقیقتیں کلی یا جزئی خود ہی اپنے اندر پائے گا۔ پس اس صورت و حقیقت سے اوپر آ کر آنحضرت ﷺ اور طریقت کے اپنے مشائخ عظام کی صورت و حقیقت کا تصور کرے اور بڑی ہمت اور کامل تصور کیساتھ اپنی صورت اور حقیقت سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت مبارکہ کیساتھ متصل ہو۔ جوں آپ کی صورت مبارکہ اور حقیقت اس پر مایاں ہو اور اسی طرح مرشدوں کی صورت و حقیقت کا آپ میں تصور کرے۔ جسے عقلی و اصلی کمالتوں سے ان کی حقیقت کو پائے اور نیز ان کے مشرب اور مذہب اور انکے اسماء اور تعلق اور امکان اور وجوب اور صفتیں اور شیونوں کے اور مراتب پر مرتبے جنکا انسانی حقیقت کے پوشیدہ اسراروں اور معیدوں سے تعلق رکھتی ہیں وہ سب آپس میں اتر کر اور نیز اپنی استعداد موجب ہر ایک جذبے اور سلوک کی راہ حاصل کر کے اسکے بعد "ا" کی جانب متوجہ ہو۔ اور اس جگہ مشاہدہ کر کے دیکھے گا کہ یہ سب دائرہ اور نہریں ہیں جو کہ "احدیث" کے دریا سے جاری ہو رہی ہیں جو کہ پھر آ کر اسی دریا میں پڑتی ہیں اور اس مقام پر عالم خلق اور عالم امر کے سارے افراد کی حقیقتوں کا اچھی طرح مشاہدہ کرے گا کہ یہ عالم امر سے رنگ برنگے لہاس پہن کر اس عالم خلق میں آئے ہیں اور اپنے اوپر یہ اور وہ کے نام رکھائے ہیں۔ اور درحقیقت ان سب کا وجود ایک ہے کہ معنی سے صورت کی طرف آیا اور صورت سے معنی کی جانب۔

### بیت

کسوت دیگر پوشد جلوہ دیگر کند      منظرہ دیگر نماید بہر اظہار کردے

یعنی: جب لباس دوسرا پہنے تو جلوہ دوسرا کرے ظاہر ہونے کیلئے منظرہ اور دکھائے۔

جب مشاہدہ میں دیکھا اور معلوم کیا اور گوش معنی کان ان اسراروں کو پوشیدہ کر یعنی ظاہر نہ کرے۔

### بیت سندھی

صورت      لکھے      صحت      معنی      لکھی      ماروئن

عمر منجی جت ادھاتوں تھرن میں

اس قسم کے عارف ظاہر میں خلق کیساتھ ہیں اور باطن میں حق سبحانہ و تعالیٰ کیساتھ اور نہ انہیں حق تعالیٰ سبحانہ کا حجاب خلق سے مانع ہے اور نہ ہی خلق کا حجاب حق سبحانہ و تعالیٰ کیساتھ ہونا مانع ہے۔ جب اس مقام پر سالک کی سیر پہنچتی ہے پس وہ کان اور بان ہے کان یعنی حق کے ساتھ ہونے والا ہے اور بان یعنی خلق کیساتھ ہونے والا ہے (الغرض:- سالک کو ان ہر دو حالتوں میں حق سبحانہ و تعالیٰ کیساتھ میں ہونے میں مانع نہیں ہے) اس شغل کے ذکر تفصیل بڑی ہے۔

اور یہاں مجمل طور پر لایا گیا ہے اور اگر اس کا تفصیل سے جدا جدا بیان کیا جائے کہ جبکہ رسالہ بڑی کتاب ہو جائے اسی وجہ سے اختصار کو پسند کیا گیا ہے۔ جیسے مثلاً نمونہ از خروارے سے جنس کی خبر پڑ جاتی ہے۔ اگر طالب دل کا ہے تو اس مختصر مضمون والی عبارت سے شغل کا مقصد اور مراد جلدی سے حاصل کرے گا۔ لیکن یہاں عالی ہمت اور بلند فطرت اور ذاتی عشق اور محبت کے زیورات سے آراستہ طالب ہووے اور جس نے خود کو بڑی کوشش و ہمت کیساتھ آراستہ کیا ہو کیونکہ تیز اور اچانک گھوڑا اپنی تیز روئی کی ہمت کی وجہ سے کم مدت میں اپنی منزل مقصود پر پہنچتا ہے۔ پس اگر سالک کی استعداد کمالات سے ہے تو پھر یہ سارے اسرار فانی الشیخ میں حاصل ہو گئے اور اپنی مراد مقصد کو پہنچے گا۔ اور یہ پہنچنا بلند ہمت کامل سے ہے۔

### بیت

ہمت بلند باید عشاق مست سے را مرد خیس ہمت در عاشقاں نگنجد

یعنی: شراب خور عاشق مست کو بڑی ہمت چاہئے کم ہمت والا آدمی عاشقوں میں نہیں سماتا۔

اور یہ صفت اتنا بے ہمت کیلئے نہیں ہے اور انکی مثال اس درخت کے سائے جیسی ہے کہ اسے ایک جگہ پر ٹکنا نہیں کسی وقت وہ سایا اس طرف ہے اور کسی وقت اور طرف۔

یا کہ حیوانات کے سے ہیں کہ وہ صرف کھانے پینے میں مشغول ہیں۔ ایسی شخصیتوں کی شان میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "وَلَنُفَكَّ عَنْهُمُ اللَّعْنَةَ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ" یعنی وہ چار پایوں کی مانند ہیں بلکہ وہ ان سے بھی راہت بہت بھگتے ہوئے ہیں اس لئے کہ وہ جانور آخرت کے مواخذے والے عذاب سے آزاد و نجات یافتہ ہیں اور وہ انسان الثابدی عذاب میں پھنسے ہوئے اور گرفتار ہو گئے اور بچے طالب کا کام ہے کہ رات اور دن طلب میں بے قرار اور بے آرام ہوا۔

### بیت

راہ طلب منزل آرام نباشد شد ہمسر ریگ قافلہ ما

یعنی: منزل کا طالب گام اور راتے پر آرام نہیں کرتا اور ریگستان کے سفر میں ہمارے قافلہ کے ساتھ ہم سفر ہے۔

اے میرے دوست: طلب کی وادی خونخوار اور خطرناک ہے اور دنیا اور عقبی سے ہاتھ اٹھاتا ہے۔ جس نے یہ بیت کہا ہے اس کا منہ کاش

دودھ سے ملبو ہو۔

### بیت

مال و جان را تو برویک جاں باز رائے نزدیک است چرا کردی دراز

یعنی: جا، مال اور جان کجا قربان کر، راہ نزدیک ہے تو کیونکر طویل کرتا ہے۔

اے دوست! عقل کا عشق کے ساتھ کوئی سمجھوتہ اور کام نہیں ہے اور عقل کو نیز موتی عزوجل کی طلب میں کوئی حیثیت اور وقار نہیں ہے

جسکی مثال اس نقل سے عیاں ہے کہ ایک دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے قیس سے پوچھا کہ اے قیس (مجنون) خلافت ہمارا حق ہے یا

یزید کا۔ وہ بیچارہ لیلے کے عشق اور محبت میں ایسا گرفتار اور مستغرق تھا کہ اس سوال کا جواب اسکی عقل و فہم میں نہیں آیا پس دل میں جو کچھ تھا وہ

زبان پر حرف لا کر کہا کہ حضور خلافت تو آپ کا حق ہے اور نہ یزید کا بلکہ خلافت لیلے کا حق ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ

جواب سکر کہا کہ اے مجنوں چلا جا۔ اس خطاب کرنے سے ”قیس“ پر نام مجنوں پڑا۔

### بیت

مجنوں عشق را دگر امروز حالت است کہ اسلام دین لیلے دیگر ضلالت است

یعنی: عشق کے مجنوں کی عجیب حالت ہے کیونکہ اس کا دین اسلام لیلے ہے، اور دوسری گمراہی ہے۔

اے طالب! عشق و محبت کے علاوہ اس راہ میں آنا مشکل ہے بلکہ محال ہے۔ جیسے اس پر یہ حدیث دلیل ہے مَنْ لَا حُبَّ لَہٗ لَا اِیْمَانَ لَہٗ

یعنی جسکو اسکی محبت نہیں ہے اسے ایمان کا کوئی حصہ نصیب نہیں ہے۔ پس تو انصاف کر کے دیکھ کہ ایمان کیلئے محبت کا ہونا شرط ہے اور قاعدہ

ہے کہ جب شرط نہیں ملے گی تو مشروط بھی نہیں ہوگا اور نیز درمیان میں تعلق اور واسطے کہ ”ما سوا اللہ تعالیٰ سے مانع اور روکنے والے ہیں۔ کہ وہ

کدو خاکی مانند ہیں وہ عشق کی آگ کے بغیر ان کا جلنا مشکل ہے۔ جیسے اس باب میں آیا ہے ”العشق نار محرق ما سوا اللہ“ یعنی عشق آگ

ہے کہ ماسوا اللہ کے علاوہ دوسرے سب کو جلادے۔ عشق کے شہید محمد عبد الرحیم منکر یو علیہ الرحمہ نے کہا:

### بیت سندھی

اوڑیوں ہے عشق کیوں عقل سودو آچھ کرے  
عشق پھر فرمائے عشق احرزی راہ جا عقل کے ادھ کرے

یعنی: جو اشخاص عشق کے قریب و نزدیک ہیں وہاں عقل تجارت و حرم کیسے کرے گی کیونکہ عشق غصب کرنے اور لوٹنے کا حکم کر رہا ہے۔ عشق کی راہ ایسی ہے کہ عقل کو کاٹ کر دو حصے کرے۔ اے میرے پیارے بھائی اس مقام پر عقل کو بیچ کر کھپا دے اور اپنے کو عشق کا لبادہ پہنا کر اور ہوش کو چھوڑ کر بے ہوش ہو جا۔ اس باب میں حکیم سنائی نے حدیثیہ میں کتنا خوب کہا ہے کہ:

### نظم

بوالعجب سورۃ ایت سورۃ عشق چار مصحف را در اد یک آیت نیست  
عشق را بوخنیفہ درس نہ کرد شافعی را در اد روایت نیست  
ضبل از سر عشق بے خبر است مالکی را در اد روایت نیست

یعنی: (۱) عشق کے عجب والی سورت ہے چاروں مصاحف میں عشق کی ایک آیت نہیں ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عشق کا درس نہ دیا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس متعلق کوئی روایت نہیں ہے۔

(۳) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ عشق کے راز اور سیر سے انجان ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو عشق میں کوئی بھانپ اور خبر نہیں ہے۔

ہے۔

اے طالب! ان آیات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی ان ائمہ پاکوں کو اللہ جل شانہ کا عشق نہیں تھا۔

کسی شخص نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت آپ خلوت یعنی گوشہ میں کبھی بھی بیٹھے اسکا کیا سبب ہے اس پر حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مشاہدے کا ادب خلوت سے جلوت میں زیادہ ہے پس ایسے مشاہدے والے صاحب کو عاشق نہیں بولا جائے تو بھلا اور کیا کہا جائے، اور کسی آدمی حضرت خضر علیہ السلام سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں سوال کیا کہ ان کا مرتبہ کیا ہے اس پر حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ وہ زمانے کے ابدالوں میں سے ایک ابدال ہے اور ابدالوں کا مرتبہ نبوت کے قدموں میں سے ایک قدم ہے مطلب کہ ان چاروں ائمہ میں نبوت کے نور نے انہیں ایسا احاطہ اور گمیرہ کیا تھا کہ نبوت کی ولایت کا نور انکے اندر محدودم ہو گیا۔ ان ائمہ حضرات کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام اور آصف برخیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے بھانپنا چاہئے جن کا بیان قرآن مجید میں آیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم نبیوں میں سے ہے جس وجہ سے اسکا شرف اور فضیلت حضرت خضر علیہ السلام سے بہت بلند ہے کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت میں اختلاف ہے یوں ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کا مرتبہ آصف برخیا سے بالاتر ہے ان آیات کا مطلب معنی یہ ہے۔ ان چاروں صحیفوں میں جو کچھ عشق کا بیان بھانا جاتا ہے۔ وہ کسی بھی ایک سورت کی آیت میں محدود و مقید نہیں اس لئے کہ سورتیں اور آیتیں رکوع اور پاروں میں بند شدہ ہیں اور عشق کی کوئی حد نہیں پس انسانی عقل اور ادراک ان چاروں معارف سے عشق کی جو بھی معلومات حاصل کرے گا وہ اصل کی بھی نسبت محدود ہوا۔

## بیت

ملت عاشق زلفھا جداست عاشقان را مذہب ملحقھا جدا است  
یعنی: عاشقوں کی قوم دوسری قوموں سے الگ ہے عاشقوں کا مذہب و ملت جدا ہے۔ جس بات کا بیان و ذکر تھا وہ چھوڑ کر کہاں سے کہاں دوسری میں جا پڑے۔ یہاں عقل کی باگ بے اختیار چھوٹ گئی۔ اور اس ضعیف و لا فرچہ یا کی طرح کہ باز کے پنجے میں آگئی جس نے اسے اپنا طعہ کر کے کھا چھوڑا اور صرف خود بچا

## بیت

عشق آن شعلہ کہ اندر جاں افروخت ہرچہ جز جانان باقی جملہ سوخت  
یعنی: عشق وہ شعلہ ہے کہ جان میں اندر جلتا ہے محبوب و معشوق کے علاوہ دوسرا جو کچھ ہے اس سب کو جلا کر رکھ دے۔ اے دوست! عشق کے ساتھ کھیلنا وہ گویا کہ جان سے ہاتھ دھونا اور سرفرازی ہے اور دنیا و مافیہا کی قید سے نجات اور آزادی ہے۔ اور نامرادی کی صورت میں مراد ہے۔ اس باب میں دیکھ کہ بہت والے شاہ عبداللطیف قدس سرہ نے کتنا اچھا کہا ہے۔

## بیت سندھی

نامرادی نور اوندہ امید سا نگ سسی جو سور کاٹ یہ نصین کا پڑی  
یعنی: نامراد نور ہے اور تاریکی امید۔ سسی کا سا نگ یعنی طبع چھوڑ کر کہ کا پڑی ہو۔ کا پڑی ہندوؤں اور جوگیوں اور سامیوں کی ایک قسم ہے اس جگہ پر عشق کی بات چلی لیکن وہ مکمل ہونے والی نہیں ہے۔ ”لہذا مغفان غمخوار البحو“ یعنی عشق کی معانی اور حقیقتیں سمندر کی لہروں کی طرح گمنے سے باہر ہیں۔ پس سچی طلب والے کیلئے طلب اتنی کافی ہے کہ کہتے ہیں کہ ”الغافل تغفیه إلا ضارۃ“ یعنی مائل کو اشارہ کافی ہے۔ اے میرے دوست جو کچھ میں نے کہا ہے اور کہہ رہا ہوں اسے سمجھنے کی کوشش کر اور یہ سب تیرے اندر ہے اور غفلت کی کپاس کانوں سے نکال اور دل کی آنکھوں سے غفلت کی اونگھ اور جھونٹے چھوڑ کر بیدار ہو بلوی کے شاہ عبدالکریم علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے

بیت

می کن ڈی گا ڈماں یا کن کنج  
تن کے آججج سپریاں نی کالہزی

یعنی: یہ کان گدھے کو دیکھ دوسرے کان خرید کر انہیں محبوب کی باتیں سنا۔ اے دوست! جب تو ایسی فکر کرے گا پس ساری مرادیں اور مقاصد اپنے اندر پائے گا۔ جس جگہ پر آدمی ہے اسکے لئے ایک حرف کافی ہے۔

حضور شانزدہم

## صورت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر اور اسکے ساتھ چار یاروں کی فکر

اس حضور کی فکر کی راہ یہ ہے کہ آپ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ کا تصور لطیفہ انہی میں کیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اس لطیفہ انہی میں ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صورت کا تصور لطیفہ خفی میں کیا جائے ان کا نور اس لطیفہ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صورت کا تصور لطیفہ سری میں کیا جائے کہ آپ کا نور اس لطیفہ میں ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تصور لطیفہ رومی میں کیا جائے کہ آپ کا نور اس لطیفہ میں ہے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی صورت کا تصور لطیفہ قلبی میں کیا جائے کہ آپ کا نور اس لطیفہ میں ہے۔ سالک کو چاہئے کہ شغل کے شروع کرتے وقت پہلے اپنی دونوں آنکھوں کو بند کرے۔ بالآخر تیب وار سارے ناموں کو انکے لطائف میں پوری ہمت اور دل کی توجہ سے انکی صورتوں کا تصور کر کے شغل میں مصروف ہو اور اس وقت دل کو فالتو اور بے مقصد خیالوں سے ہٹالے اور شغل سے انس و محبت رکھے اور ان کے ساتھ تعلق اور جوڑ اور انس ایسا رکھا جائے کہ جوں فکر کے درمیاں آپ اور اپنا وجود نہ ہو۔

جب طالب کا ہونا فکر میں فساد ہو گیا تو پھر اپنی استعداد و مناسبت کے موجب ان لطائف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ اور چاروں یاروں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی صورت جلی کے ساتھ واضح دیکھنے میں آئے گی۔ (۱)

پس سالک کا جتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں یاروں رضی اللہ عنہم کیساتھ قرب ہوگا اور محبت کی مناسبت و نسبت ہوگی اتنی ہی ان صورتوں کی پہچان ہوگی اور یہ پہچان نیز سالک کے درجات و مراتب کے تفاوت کے موجب ہے۔ پس جسکی جتنی ہمت اور کوشش ہوگی اسے اتنی ہی صورتوں کے پہچاننے میں کامیابی نصیب ہوگی۔ یہاں پر سالک اگر پوری ہمت و کوشش کرے گا تو صورت سے از خود معنی کی حقیقت کھنچ کر واضح ہوگی اور اس وقت لطائف کی نورانیت لطیفوں کے مالکوں کیساتھ عیاں ہونے لگے گی اور ہر ایک کو اسی کے لطیفے کے مقام میں انہیں مشاہدہ کرے گا اور انکے احوال سالک کے قرب موجب واضح ہو گئے اور ان حضرات کا قرب بھی انکے مراتب

(۱) یہ دیکھنا ظنی ہے نہ حسی جیسا کہ آئینہ میں اپنی صورت میں دیکھنا۔ (از مترجم)



موجب ظاہر ہوگا اسلئے کہ ان کے مراتب میں فرق ہے۔ سارے انبیاء علیہم السلام اور اولوالعزم رسولوں سے اعلیٰ مرتبہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا ”کُنْتُ نَبِيًا وَآذَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ“ یعنی: میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فرماتے ہیں

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
سب سے بالا و والا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل  
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

(از مترجم)

اگرچہ ظاہر میں آدم علیہ السلام سارے جہاں کے باپ ہیں لیکن حقیقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سارے عالم کے اب یعنی باپ ہیں۔ اسلئے کہ آپ کی شان میں آیا ہے کہ لَوْلَاكَ لَفِ انْظُرُوا الرَّبَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ ابْنِ مَرْيَمَ وَمِمَّا يَخْتَفِئُونَ عَنْكَ الْغَائِبُونَ۔ اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو اپنی ربوبیت ہی ظاہر نہیں کرتا۔

پس معنوی لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی فضیلت حاصل ہے اور ظاہری صورت میں حضرت آدم علیہ السلام کو فضیلت جزئی ملی ہوئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور چار یاروں کی کمالیتیں لکھنے اور کہنے سے باہر ہیں۔

لَهَا مَعَانِ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فِي غَدَدٍ وَفَوْقَ جَوْهَرِهِ فِي الْخُسْنِ وَالْقَبِيْمِ

اس منثور کو حاصل کرنے کا دار و مدار نفس (۱) کی تسخیر اور قلب (۲) کا تزکیہ اور روح (۳) کی تجلی اور سری (۴) کی تجلی پر بندھا ہوا ہے یعنی نفس کی پاکیزگی اور قلب کی صفائی اور روح کی ضیاء اور سری یعنی ماسوا سے خالی ہونا ان سب میں پوری کمالیت ہو۔ اور نیز دوسرے حضوروں سے اچھا نصیب حاصل ہوا ہو۔ جو کچھ اس رسالے میں مذکور کردہ ہیں اور امید ہے کہ حضوروں والی حالت سے تبدیلی قرب خداوندی کے قریب ہوگا اور عشق سے مشرف ہو کر جذب والا مقام عطا ہوگا اور نیز ہستی والا لباس اس اتار کر ان حضرات کی کمالیت والا لباس پہنائے گا۔ سالک کو چاہئے کہ اس جگہ پر اسراروں اور عرفان والی معرفتوں کا کمالیتیں زبان پر لا کر واضح نہ کرے۔

کیونکہ ایسی باتیں عام الناس کے سمجھنے سے بالاتر ہیں اور اس حدیث پر عمل کرے کہ ”تَكَلَّمُوا النَّاسَ غَلِيًّا قَدْ رَغِبُوا إِلَيْهِمْ“ لوگوں

(۱) معلوم ہو کر انبیاء کی پاکیزگی اس کی خواہشوں اور تہذیب کی حالت و ہمدادی کرنے میں ہے (۲) اللہ قلب کی صفائی لالہ الا لطف کے مجرور سے ہے (۳) اور روح کی روشنی مراۃ کرنے سے ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی صفوں کی عکاسی کی جائے اور (۴) سری یعنی ماسوا اللہ سے خالی ہو کر خود کو اللہ تعالیٰ کیساتھ اور اللہ ماہیے ساتھ جوڑے اور حق میں دوسری مہاں کوئی چیز نہ ہو اور ظاہر اور غائب کیساتھ ہونے والی حالت میں نیز باطن میں اللہ تعالیٰ کیساتھ ہو۔

کیساتھ انکی عقلوں کے مطابق گفتگو کیجئے اور نیز کہا ہے "اظهار الانسوار کفہ" یعنی اسرار کو ظاہر کرنا کفر ہے اور ان اسراروں کو چھپانا اور مخفی رکھنے میں بڑی کوشش کرے کیونکہ "الصُّوفِيُّ مَا هُوَ كَايُنٌ وَبَاطِنٌ" یعنی صوفی باطن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور ظاہر میں خلق کے ساتھ ہے۔ اس مقام شاہ عبداللطیف قدس سرہ نے فرمایا:

### بیت

|      |     |      |      |      |       |      |     |
|------|-----|------|------|------|-------|------|-----|
| صوفی | سیر | سکھن | میں  | بشین | رگن   | میں  | ساد |
| سانہ | کرے | گا   | لڑی  | جا   | پروڑے | پہاؤ |     |
| آہیں | ای  | مناہ | جیکا | کرے  | پدھری |      |     |

یعنی: صوفی کی سیر ہمہ مقامات پر ایسی ہے جیسے سانس رگوں میں۔ ویسے صوفی بھی زبان سے بات نہیں کرتے فقط اپنی سانس ان حضرات کی کمالیتیں بھانپنے اس لئے ان کے ہاں راز کی ایسی بات ظاہر کرنا جرم ہے پس اے سالک تو جان کہ اول اور درمیان کی راہ پر تو حید کا مقام کہ وہ فرض ہے ہستی والے لباس تجھڑنے کے بعد ان حضرات کی کمالیتوں کو پہنچا جائے کہ وہ سب نبوت کے قرب میں ہیں اسلئے اس مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم متابعت پر چلنے کی عرض ہے اور وہ کمالیتیں اسکی متابعت اور انہی خصلتوں کے بغیر حاصل نہیں ہوگی۔

### بیت

محال ست سعدی کہ راہ منا تو اس رفت در جزئ مصطفیٰ

یعنی: اے سعدی صاف راہ پر چلنا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش کے بغیر مشکل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت پر چلنے کے بعد سالک کی تقویٰ اور زہد کی وجہ سے اسے درجات و مراتب میں ترقی در ترقی کی نوازش ہوتی ہے۔ اور دوسری عبادتوں سے اچھا نصیب اور لذتیں دیکھے گا۔ وہ لکھنے اور کہنے سے بالاتر ہیں جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا اِنْ خُبْنِي يَا بِلَالُ! یعنی اے بلال مجھے راحت دے۔ یعنی اے بلال آذان دو کہ میں نماز سے راحت پاؤں۔ پس جیسے درمیانی راہ تو حید کی کمالیتوں اور مقاموں کی لذتیں لینے والا اور محاسن والا تھا وہ سب اس مقام پر ان حضرات کے کمالات کے پڑوس میں دریا کے ایک قطرہ کے مانند ہیں اسلئے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنی کتاب پاک میں آدم علیہ السلام کے اولاد کے شرف و شان میں یا عُبْدِي و یا عِبَادِي فرمایا ہے یعنی اے میرے بندے کہہ کر پکارا ہے اور یہ عبدیت کا خاص مقام دوسرے انبیاء اور اولوالعزم رسل سے جدا کر کے محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مخصوص شدہ ہے اور آپ کی تابعداری اور متابعت کی وجہ سے آپ کی امت کو بھی وہی شرف حاصل ہے اور دوسرے انبیاء کرام کی کمالیتیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمالیتوں کے آگے بڑے دریا سے ایک قطرہ کی مانند ہیں۔ اس حضور میں کمالیتوں کا ذکر اجمال کیساتھ ہوا ہے اور اگر اس ذرے کی مقدار سے اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوئی تو پھر انبیاء کرام علیہم السلام کی کمالیتوں کا ذکر تفصیل سے واضح اور روشن بیان کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

حضور ہفد ہم

## پنج تن پاک حضرات کی فکر کرنا

پنجتن پاک حضرات کی فکر و تصور ان پانچوں لطائف یعنی سری، روحی، قلبی، خفی، اور انہی پر ایسا پختہ و مضبوط کیا جائے جیسے پتھر پر نقش و نگار کبھی بھی نہیں مٹنے اور سبھ ہوتے۔ اس حضور کے فکر کی راویہ ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تصور لطیف انہی میں کیا جائے اور لطیف خفی میں بی بی فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا اور لطیف روحی میں امام حسن رضی اللہ عنہ کا اور لطیف قلبی میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا طالب کو چاہئے کہ جیسے مندرجہ بالا لطیفوں کی ترتیب ناموں سے بیان ہوئی ہے اس موجب ہر ایک نام پاک کو اپنے اپنے لطیفے میں تصور و فکر کرے اور فکر کرتے وقت اپنے انداز میں وسوسہ و خطرات کو قریب نہیں آنے دے اور اس حضور کی فکر و تصور میں بڑی کوشش و ہمت کرنی چاہئے اور کہتے ہیں قیمت المرء ہمت بندے کی قیمت اس کی ہمت ہے۔

## ہیت

ہمت بلند باید عشاق مست مئے را  
مرد خسیس ہمت در عاشقان نہ معجزہ

یعنی: مست عشاق شراب پینے والوں کو بڑی ہمت چاہئے کیونکہ بے ہمت اور خسیس مرد کی عاشقوں میں گنجائش نہیں۔ ہمت ایسی کی جائے جیسے تصور سے تخیل اور تخیل سے فکر پیدا ہو اور فکر سے فکر نہ یعنی جسکے لئے فکر کی جائے اس کی صورت میں مشغول ہو۔ جب صورتوں سے احوالوں کی حالتیں واضح ہو گئی تب اسے مذکورہ نام والے لطائف سے رنگ برنگی تجلیاں ظاہر ہو گئی کہ وہ ظلی اصل والی تجلیوں سے موصول و متبدل ہوئی ہیں اور یہ ہر ایک عثمان دریا کی طرح ہے اور ان سے نورانیت کی موجیں اور نہریں ایک دوسرے پر پڑ رہی ہیں سالک کی اس وقت نہر ایک ہستی سے مکمل فضایت پیدا ہوگی اور ان ہستیوں کی کمالیتیں اپنے مزاج مطابق کما حقہ حاصل ہونے لگیں گی۔ رفتہ رفتہ جب اندر میں یہ حالت بے پتلی کی صورت لے گی۔

تو اپنے وجود سے فانی ہو کر ان سب ہستیوں کے وجود سے بقا حاصل ہوگی پس اگر اپنے آپ کو ڈھونڈے گا تو ان ہستیوں کو پائے گا اور اگر ان ہستیوں کو ڈھونڈ لے گا تو انہیں خود میں دیکھے گا اور اس وقت نیز اس کے مظہر اور وجود بالکل زائل اور فنا ہو جاتے ہیں اور اس کا وجود ظاہر خواہ باطن میں ان ہستیوں کے وجود کے ساتھ واضح ہوتا ہے اور اس وقت جسمانی کشافوں اور بندگیوں سے شیشے کی طرح پاک و صاف ہو کر معنوی لطائف سے روشن ہوتا ہے اور اسکے علاوہ لایزال کے جمال اور ہی ایمانی حقائق و مراتب کا لباس کہ نہیں پہنا ہے وہ سارا اس کے وجود کے آئینے میں واضح و روشن ہوگا۔ اس وقت سالک آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود مستود کا بھیس اور دوسرے پیغمبروں کے لباس کے اپنے وجود کے حلہ میں درج شدہ ہے البتہ ان کے لباس کی تفصیل جدا جدا ہے وہ اپنے کندھوں پر پہنے گا۔ جب سالک اپنے اندر یہ سارے احوال اور تجلیاں دیکھے گا اور لذت یاب ہوگا تو اس وقت اس شہ دل کی حقیقت کے ساتھ حق کی صورت اور حقیقت حاصل ہوگی۔

## حضور ہشتم

### اولوالعزم انبیاء کرام کی فکر کرنا

اولوالعزم انبیاء کرام یہ ہیں، حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

جن لطائف (۱) کی جن انبیاء سے مناسبت وموافقت ہے انکے محل اور رنگ ذکر کئے جاتے ہیں۔ لطیفہ قلبی حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کے نیچے ہے اسکا رنگ عالم مثال میں سرخ ہے اسلئے کہ اس لطیفے کا تعلق حق سبحانہ وتعالیٰ کے افعال کی صفاتی تجلیات کے ساتھ ہے۔ جیسے خالق اور رازق یعنی پیدا کرنا اور رزق دینا یہ دونوں حق سبحانہ وتعالیٰ کی فعلی صفتیں ہیں اور لطیفہ روحی حضرت نوح علیہ السلام کے قدموں تلے ہے، حضرت نوح علیہ السلام کے لطیفے کا رنگ عالم مثال میں سفید ہے۔ اسلئے کہ اس کا تعلق سمی والی صفت سے ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لطیفے کا رنگ عالم مثال میں یاقوت جیسا ہے کیونکہ آپ کی مناسبت بعید اور عظیم والی صفت کے ساتھ ہے یعنی دیکھنا اور جاننا اور لطیفہ سری حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدم کے نیچے ہے اس کا رنگ عالم مثال میں ہرا ہے کیونکہ آپ کا علم شروعات اور اعتبارات کا ہے اور لطیفہ خفی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم تلے ہے اسکا رنگ عالم مثال میں نیلا ہے اسلئے کہ آپ کا علم صفات سلبیہ کے ساتھ مناسبت وتعلق رکھتا ہے اور لطیفہ اخفاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک تلے ہے کیونکہ آپ کا علم سارے عالم میں ظاہر و باہر ہے اور نیز رب آپ کا رب الارباب ہے کہ یہ سارا قدسی صفات اور تنزیہی صفات کو جامع ہے اس لطیفے کا رنگ عالم مثال میں بہت کالا اور سیاہ ہے۔ جس طرح آنکھ کا محور مکمل کالا ہوگا تو آنکھ کی بینائی کی نظر تیز ہوگی اسی طرح آپ کا علم بھی سارے عالم میں روشن اور واضح ہے۔ ان پانچوں لطائف کے اصل عالم امر یعنی عالم ارواح میں اور ان کی شاخیں اور شعبیں عالم خلق میں ہیں یعنی اس عالم میں یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے ازلی ارادے اور عشق کی وجہ سے

اصل نام میں لطائف سے کہ رنگ ذکر کردہ ہیں جن لطائف کے محل اس مقام پر لکھے جائیں گے کا بیان کیلئے تسکین کا باعث ہوں۔

| لطیفہ کا نام | رہنے کی جگہ     | رنگ             | لطیفہ کا نام | رہنے کی جگہ                 | رنگ  |
|--------------|-----------------|-----------------|--------------|-----------------------------|------|
| لفسی         | ناف کے نیچے     | ہیلا            | سری          | سینے کے بیچ                 | ہرا  |
| قلبی         | بائیں پستان تلے | یاقوت جیسا سرخ  | خفی          | پیشانی کی دو ہڈوں کے درمیان | نیلا |
| روحی         | دائیں پستان تلے | سفید مائل بزدوی | اخفی         | دماغ                        | کالا |

(۱) لطیفہ نفسی اس کی جگہ ناف کے نیچے دو انگلیوں پر ہیں اور دو گوشہ کا پھر ہر گوشہ آدھے پنے ہوتا ہے اس کے رنگ کا نور پیکا ہے۔ لطیفہ قلبی دو بائیں پستان کے نیچے ہے اس کے نور کا رنگ یاقوت کے رنگ جیسا ہے اور مقدس اس کی باز سے ہر جتنی ہے اور ہنسا سے نغمہ صوری بھی کہتے ہیں۔ لطیفہ سری اسی جگہ سینے کے درمیان ہے اور رنگ ہرا ہے اور روحی اس کی جگہ دائیں پستان کے نیچے ہے اور اس کے نور کا رنگ سفید اور بزدوی کی طرف مائل ہے۔ لطیفہ خفی اس کی جگہ پیشانی ہے اسکا رنگ خاکستری یعنی نیلا ہے۔ لطیفہ اخفی اس کی جگہ دماغ کی بالائی سطح میں ہے اور اسکا رنگ بہت کالا ہے اور اس کی مقدار باز سے ہر جتنی ہے لطیفہ نفسی کے سوا دوسرے پانچوں لطائف اولوالعزم انبیاء کے قدموں کے نیچے ہیں جن لطائف کے رنگ بہت دریافت اور مجاہد سے اور سلوک کے مد سے ہر اس کی منازل رونق نے کے بعد دیکھنے میں آتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اور بات ہے (الترجم)

انسانی وجود میں آ کر اپنے مدارج و مراتب کی مناسبت کے مطابق جدا جدا مقام اور محل میں وارد ہوتے ہیں۔ اسلئے سالک کو چاہئے کہ جس نبی پاک کا مقام جس لطیفے میں ہو اس میں اچھی طرح فکر و تصور کرے اور اپنے اندر کو ماسوا اللہ والے خیالات و وساوس سے پاک و صاف رکھے اور نیز اپنی محبت پرورے شوق اور بے قراری کے ساتھ ہر ایک لطیفے میں ان ہستیوں کی زیادہ فکر کی جائے۔ جو اس کی بے قراری اور انتظار ہی لطیفوں کے محلات و مکانات میں کھینچی ہوئی ہو۔ یہ صورت اتحاد والی معنوی ہے کہ کسی وقت اس کا مبداء صورت سے معنی کے ساتھ ہے اور کسی وقت معنی سے صورت میں۔ اس مقام پر بلند ہمت اور نیک فطرت طالب کی ضرورت ہے کہ اس کی فکر اور تصور سے جذبہ اور کشش ایسی پیدا ہو کہ بقیہ شغلوں کو کھینچ کر اور نیز فنا والی ماہیت میں پوری واقفیت اور مہارت ہووے۔ کیونکہ سلوب و مفعول ہونا و فنا کے بغیر میسر نہیں ہوگا اور بقاء و لقاء وہ بھی فنا کے بغیر حاصل نہیں ہے۔

پس چاہئے کہ فنا والی پونجی اور کارکردگی کو لطائف کی ترتیب کے مطابق حاصل کرے یعنی لطیفہ قلبی سے شروع کرے بعد ازاں لطیفہ روحی میں فکر کرے اسکے بعد سری میں اسکے بعد خفی میں اسکے بعد اخفی میں۔ اس اسما و الے انبیاء کرام کا انکے لطائف میں اچھی طرح فکر کرے کہ اس سے نام والے نبی سے اسکی حقیقت سے درجہ بدرجہ نیچے سے اوپر کی جانب حقیقۃ الحقائق کی جانب لوٹنے والا ہوگا۔ سالک کو چاہئے کہ پہلے اپنی صورت کو ہر ایک نبی پاک کی صورت میں تبدیل کرے اور اپنے وجود کے تعریف کو ان حضرات کے تعریف کی وجہ سے عاجز جانے بلکہ اپنے وجود کے تعریف سے بے خبر ہو کر ان حضرات کے وجود کا تعریف اپنے اندر واضح کرے اور اس طرح کہتا رہے۔

### بیت

|    |    |     |      |     |      |
|----|----|-----|------|-----|------|
| من | تو | شدم | تو   | من  | شدی  |
| تا | کس | نہ  | گوید | بعد | ازیں |

یعنی: میں تو ہوا اور تو میں ہوا میں تن ہوا تو جان ہوا۔

تا کہ اسکے بعد کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں اور ہوں اور تو اور ہے اور کچھ حالتوں میں سالک اس فکر کی فکر لینے سے اپنے اندر یہ حالت دیکھے گا کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے لطائف سے باہر نکل کر ایک دوسرے سے ملائی ہو رہے ہیں اور بعضے دوسرے نمودوں سے تو پھر ان سب کو اپنے وجود کی جانب نسبت سمجھے اور ان حضرات کے وجود کی نسبت اپنے اندر از خود دیکھنے آتی رہے گی اور لطیفوں کے قید والے حجاب اور پردے ہٹ جائیں گے یہ حالت اکثر طور پر لطیفوں کی ترتیب پر بندھی ہوئی ہے جس سے اپنے سارے وجود کو لطیفہ والے صاحب کے ساتھ تعلق و تعلق کا پورا اتصال اور پیوند ہووے کہ ان کے انوارات و اسراروں سے متحد ہو کر یگانیت پیدا ہووے۔ اور انکے عروج والے قدموں اور وجود اور شعود کے اصول کی طرف پہنچے وہ فنا و بقا کم یا زیادہ اس کے واسطے سے رجعت لغتری میں آنے کی وجہ سے عروج سے نزول کی طرف اور تبع سے فرق کی طرف آنے سے مشرف و معزز ہوتا ہے۔

## بیت

خوشگوں بزم فرق بشد در سرائے وصل  
بخت بلند آنکہ ازیں وہ آں رسید  
یعنی: اس شخص کو خوشی ہے کہ فرق سے آ کر وصل کی حویلی میں آیا اور بخت اسکا بلند کہ وصل سے نکل کر فرق پہنچا اور کہتے ہیں "الْبَهَائِيَةُ السُّرُجُوعُ إِلَى الْبَهَائِيَةِ" یعنی: منزل کے پورے ہونے کے بعد پھر اصل کے مقام کی طرف لوٹنا ہوتا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی کمالیتوں کا مظہر کلی خواہ جزئی وہ سب اللہ تعالیٰ کے انواروں اور مخلوق کے حقیقت اور اسراروں سے نیز "نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوحِيْ" کے دقائق ت ہیں۔

یعنی: میں نے اپنی روح اس میں پھونکی اور "إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ" کی رمز سے نواز یعنی تحقیق میں زمین میں خلیفہ پیدا کرونگا اور نیز عزت بڑھانے کیلئے "وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا" یعنی اور سکھائے آدم علیہ السلام کو سارے نام۔ کادرس دیکر سر فرزا کیا اور نیز عظمت و تعظیم دینے کی خاطر "فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ" سے سارے ملائکہ کو انکا سجود کیا۔ یعنی پھر سارے ملائکہ نے سجدہ کیا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا کلمہ معنی اللہ ہے تب آپ کی صفت والی کمالیتوں کے ظاہر و باہر ہونے کا دار و مدار قلب پر ہے۔ اگرچہ وہ بظاہر صورت میں تنگ اور چھوٹا ہے اسلئے کہ خلقت میں اسکا وجود اور جسم چاروں عناصر سے بنایا ہوا ہے اور وہ کشادہ بھی زیادہ ہے جب طالب غلق سے تباہ ہو کر اپنے خالق پاک کے ساتھ تعلق رکھتا ہے تو اپنے خالق کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور پھر غلق کیساتھ اٹھنے اور بیٹھنے والا تعلق وہ نیز اسکے امر سے ہے، اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔

اور نیز قلب کی فراخی اور کشادگی سے حکیم مطلق جل شانہ کی عجیب حکمتوں سے ایک عجیب حکمت ہے کہ ایک تنگ مکان میں کلی خواہ جزئی مکاشفات سے کھول کر کشادہ کیا ہے اور علم الیقین اور عین الیقین سے مشاہدات کو واضح و روشن کرنے والا ہے اور نیز اپنی رہنے والی جگہ کہ خبر (حدیث) سے قلب میں دکھائی ہے۔ جیسے اس حدیث قدسی (۱) میں ہے، لَا يَسْغِيْ اَرْضِيْ وَلَا سَمَائِيْ وَ لٰكِنْ يَسْغِيْ قَلْبُ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ۔ یعنی: نہیں سماتا میں زمین میں اور نہ میں میرے آسمان میں اور لیکن میں مومن بندے کے دل میں سما سکتا ہوں۔ اور نیز قلب خالق و مخلوق کے درمیان میں برزخ کی مانند ہے کہ وہ فاعل الافعال جل شانہ کی فعلی صفات میں فنا ہونے اور ظاہر سے باطن کی طرف اور باطن سے ظاہر کی طرف پہنچنے کا واسطہ ہے اور فعلی صفات کی تجلیات کا مرتب ہونا وہ بھی ان کے ساتھ ہے اور اسکی تکمیل صفوت کی صفات سے ہے کیونکہ وہ سب کسی اصل اور فرع کے ظہور کیلئے مادہ ہے، جب آدم علیہ السلام کے جسم والے قالب اور قلب سے ساری کدورتیں اور گندمیاں جلی گئیں تب لا الہ الا اللہ آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمے سے صحیح ثابت مشرف ہوا اور نیز ان سب علوم کا واضح ہونا وہ اشیاء کی حقیقتوں کے پہنچنے سے پہلے ملا ہوا تھا کیونکہ وہ ہر ایک اصل اور فرع کے زور کیلئے مادہ ہے جب آدم علیہ السلام کے جسم والے قالب اور قلب سے ساری کدورتیں اور گندمیاں جلی گئیں تب لا الہ الا اللہ آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمے سے صحیح ثابت مشرف ہوا اور نیز ان سب علوم کا واضح ہونا وہ اشیاء کی حقیقتوں کے

پہلے سے پہلے ملا ہوا تھا کیونکہ اس حضرت "وَعَلَّمْ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا" کے آئینے والے عملوں سے صفوت والی صورت واضح دیکھی تھی کیونکہ فعلی معرفتیں سارے عملوں اور معرفتوں کیلئے گوشہ اول ہیں جب خالق ہونے والی صفت پہلے ہی واضح ہوئی اس کے ساتھ مرز و قیاس بھی واضح ہوئی اور یہ آدمیت والی صفات نیز باطن سے آکر واضح ہو کر آئی ہیں اور علم سے معرفت کی طرف پھر کلی فضیلت اور شرف حضرت آدم علیہ السلام کو ہے اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کو اسکے طفیل ملا ہوا ہے کیونکہ وہ ان سب کا باپ ہے اور یہ دوسرے آپ کی اولاد ہیں معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کمالات کا علم ثبوتی صفات ہیں جن کا ذکر شروع کیا جاتا ہے۔ جب مالک قلبی لطیف سے ترقی کر کے روحی لطیف کی طرف آئے اور نیز فعلی فنایت کے بعد ثبوتی صفات کے مقامات اور احوال کے حاصل کرنے میں منتظر رہتا ہے۔ پس ان دونوں انبیاء کرام کی کمالیتیں اجمالی خواہ تفسیلی اور نیز انکی اصلی خواہ ظلی کمالیتیں اور انکی فضیلتیں امکان اور وجوب والے مراتب میں ظاہر خواہ باطن میں اور ان حضرات کی عظمت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلعت کا مقام اور حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت کا مقام اور ان حضرات کے مشربوں اور غدہ بیوں کا تعلق اور انکی عزتوں اور افتادگی اور قرب و بعد کی فضیلتیں کہ وہ انہیں نبوت کے کمالات کی وجہ سے ملی ہیں وہ ساری روحی لطیف کے فنا اور بقا کے ساتھ متصل ہیں کیونکہ ان سب کمالیتوں اور احوالوں اور مشاہدوں اور مظہروں کا محل وہ لطیفہ ہے اور ان حضرات کا حق سبحانہ و تعالیٰ سے قریب ہونے کی کمالیت وہ نیز ثبوتی صفات سے ہوئی ہے کہ وہ ہمہ صفات کا کہ اصل اور ابتدا ہیں اور ان کے واسطے سے قریبی کی کمالیت کے مرتبے کو پہنچے ہیں۔ ثبوتی صفات والے اسم سات ہیں کہ وہ یہ ہیں (۱) بصیر (دیکھنے والا) (۲) سمیع (سننے والا) (۳) کلیم (کلام کرنے والا) (۴) علیم (جاننے والا) (۵) قدیر (قدرت رکھنے والا) (۶) مرید (ارادہ کرنے والا) (۷) حق (ہمیشہ زندہ)۔

حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ دونوں حضرات نبوت کے ماحول اور اجمالی صفات کے مراتب کو جامع ہیں اور مقام انکا ایک ہے۔ البتہ فروغی باتوں کی معرفت اور پہچان کی وجہ سے ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں کیونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے "بَلَدَكَ اَنْزَلْنَا فَضْلًا بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ" یعنی یہ رسل ہیں کہ ان میں بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت بخشی ہے یہ آیت مبارکہ ان کے حق میں ایک دوسرے سے فضیلت ہونے پر شاہد ہے اور انکے رسول بنا کر بھیجنے میں کوئی فرق نہیں اسلئے کہ "لَا تَفْوَیْ بَيْنَ اَخَدٍ مِنْ رُسُلِهِ" کی آیت اس بات پر پختہ دلیل ہے یعنی نہیں فرق کرتے ہم کسی بھی ایک رسول میں۔ پس ان حضرات کے رسول ہونے میں بالکل فرق نہیں ہے مگر جزئی فضیلتیں ایک دوسرے پر رکھتے ہیں۔

پس سمیع اور کلیم والی صفتوں نے حضرت نوح علیہ السلام پر سبقت اور غلبہ کیا کیونکہ اس وقت طوفان کی مصیبت ایک طرف تھی دوسری طرف بے فرق ہونے کی مصیبت میں گرفتار۔ پس حق سبحانہ و تعالیٰ کی سمیع (سننے والی صفت) پر بھروسہ رکھ کر اپنی طرف سے کثیر کلام اور گفتگو سے اپنے بے کی نجات کیلئے دعا اور عرض کرنے لگا اور اسکی حقیقی نظر اللہ تعالیٰ کے ارادے پر نہیں پڑتی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے کلام اور سوال بابت اللہ تعالیٰ کلام پاک میں فرماتا ہے "اِذْ نَادٰی نُوْحٌ رَبِّهٖ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ اَهْلٰی وَاَنْتَ الْحَقُّ وَاَنْتَ

احکم الحاکمین " یعنی: جس وقت نوح (علیہ السلام) نے اپنے رب (عز و جل) کو پکارا پس کہا اے میرے پروردگار تحقیق میرا بیٹا میرے گھر کے افراد سے ہے اور تحقیق تیرا وعدہ سچا ہے اور تو حاکموں کا حاکم ہے۔ اگر دل کی نظر سے علم کی حقیقت اور ارادۂ حقیقی سے آگاہ ہوتا تو علم مطلق جل شانہ سے اسکو بے علم اور جاہل ہونے جیسے خطابات عتاب نہیں ملتے۔ جیسے خود فرماتا ہے "قال بنوح انه لبس من اهلك و انه عمل غیر صالح فلا تسئلن ما لبس لك به علم انی اعطك ان لا تكون من الجاهلین " یعنی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوح بیشک وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے اور تحقیق اسکے کام اچھے نہیں ہیں، پس مجھ سے تو ایسی بات کا سوال نہ کر جسکی تجھے خبر نہیں بیشک میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو ایسا نہ ہو کہ جاہلوں میں سے ہو جائے۔ اس عتاب ملنے کے بعد جب علم والی صفت سے مشرف ہوا تب اپنی صورت کا معترف ہو کر عاجزی سے عرض گزار ہوا کہ "رب انی اعوذ بک ان اسئلک ما لبس لی به علم و الا تغفر لی و ترحمنی اکن من الخاسرین " یعنی: اے میرے پالنے والا بیشک میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے قول کے سوال سے جسکا مجھے علم نہیں اور اگر تو نہیں بخشنے گا اور نہ رحم کرے گا مجھ پر تو میں نقصان و خسارہ والے لوگوں میں سے ہوں گا۔ پھر جب آپکا عذر قبول ہوا تب حق سبحانہ و تعالیٰ کے عتابوں سے چھٹکارہ ملا اور بھٹل سے نکل کر علم سے مشرف ہوا اور علم سے دیکھنے والی صحیح آنکھ ہوئی اور نیز حق سبحانہ و تعالیٰ کے ارادے اور قدرت کو جیسے ان کی شان ہے ویسے انہیں پہچانا۔ اے میرے دوست یہ نبی پاک پر عتاب نہ تھا بلکہ ایک قسم کا اللہ تعالیٰ سے پاک خطاب تھا۔ جس سے عجز اور عاجزی کی پہچان والی حقیقت اور اسکے اسراروں سے اوپر بھی انعام فرمایا۔ کیونکہ سارے مراتب سے عجز اور عاجزی کا مرتبہ بلند ہے "العجز عن درک الادراک ادراک " حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی یعنی اب ثانی بھی کہتے ہیں اس وجہ سے کہ ساری مخلوق طوفان کی وجہ سے غرق ہو گئی تھی اور کچھ کم افراد بچے جو آپکی کشتی میں سوار تھے اور اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کا کلمہ لا الہ الا اللہ آدم صلی اللہ اور حضرت نوح علیہ السلام کا کلمہ لا الہ الا اللہ نوح نجی اللہ تھا معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت جلالی صفات سے تھی جس کا ظہور قہار کی صفت سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں قہار اس کا صفاتی نام ہے اور دیکھ کر جلالی صفت کے غلبے کی وجہ طوفان برسات اور پانی کا کتنا زہر دست اور مہلک طوفان آیا کہ ساری روئے زمین کو غرق کر چھوڑا اور انکی عمر لمبی اور بڑی ہوتے بھی آپ پر ایمان فقط چالیس آدمیوں نے لایا اگر جلال والی صفت سے کسی قدر جمال والی صفت ساتھ ہوتی تو آپ سے بہت زیادہ فائدہ ظاہر ہوتا اسلئے کہ جلال کے ساتھ جمال والی صفت اور جمال کے ساتھ جلال والی صفت کٹھنے ہونے کی وجہ سے کامل فائدہ پہنچتا ہے اور یہ اعتدال والی وصف محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت میں ایسا نہیں ہوا اور خلعت کا مقام کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہوا تھا (واتخذوا ملت ابراہیم حنیفا) یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے روشن دین کو لے لہو یعنی اس کے دین کی تابعداری کرو اور یہ کمالیت آپ کو بھر (دیکھنا) والی صفت کی وجہ سے عطا ہوئی ہے اور بصیر کا مادہ ہے بصیر اگرچہ صفت ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات سے اس صفت کا کثیر حصہ عطا ہوا تھا جب آپ پر ان صفات نے غلبہ کیا تب عشق و محبت کی بے آرا می کے غلبے کی وجہ سے بھر والی صفت باطن سے آکر باہر واضح ہوئی اور نیز اس عالم اور اس عالم کا بھری مشاہدہ آپ کو واضح ہوا اور اس



وقت آفات کی گرفت اور تکلیفوں جیسے امتحانوں میں آزمایا جب پرکھ اور امتحانوں میں سچا ثابت نکلا تب آپ کی صداقت کی کمالیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے غلت کا مقام دینا پسند کیا (وانخذ الله ابراهيم خلیلا) یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور اس مرتبے ملنے کا جب تب ہوا جب بدکار مرد نے آپکو آگ کے ایک بڑے بچ میں پھینک دیا اور اس وقت آپ کے دیکھنے والی آنکھ کی نظر کی تیزی اور علم کے پہنچانے اور ارادے کی حقیقت آپ پر ظاہر تھی اور نیز پہچاننے والا دل قادر مقتدر جل شانہ کی قدرت کے ساتھ بیگانہ اور گرفتار تھا اور اسکی رستہ پر معترف تھا اور سمجھتا اور دیکھتا رہا کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ خود کر رہا ہے اور یہ بچ میں محض مردود اور مرد کے لشکر کا بہانا ہے

از دست دوست ہرچہ خوری گل شکر بود

یعنی دوست کے ہاتھوں سے جو کچھ کھا رہا ہو شہد جیسا میٹھا ہے۔ اور نیز آپ کے وجود مسعود میں شہوتی صفات کا پورا علم صحیح ثابت موجود تھا جس وجہ سے انہوں نے اپنے اقدام کو ثابت و مضبوط رکھا اور اپنی جگہ سے ہٹنے نہ دیا۔ پس دیکھتی آگ میں پھینکتے وقت ملائکہ اور جن آپ سے عرض گزار ہوئے کہ ہم آگ و مردود اور اسکی قوم کو ہلاک و نابود کر دیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انکی یہ بات قبول نہیں کی اور انہیں سیدھا اور صحیح جواب دیکر لوٹا دیا اور کہا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ عظیم ہے یعنی جانتا ہے اور بصیر یعنی دیکھ رہا ہے اور قادر یعنی خود قدرت رکھنے والا ہے۔ ایسا جواب دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ آگ پھر کرنور سے بدل گئی اور گرمی پھر سردی اور سلامتی سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وقلنا یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراہیم یعنی اور کہا ہم نے اے آگ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی۔

گلستان کند آتش بر خلیل

یعنی حضرت خلیل علیہ السلام پر نار گلزار بن گئی۔

اللہ تعالیٰ کی جمال والی صفت جلال پر غالب تھی۔ جس وجہ سے آگ کو ابراہیم علیہ السلام کیلئے نور کیا اسکے اور جلال والی صفت جمال پر غالب تھی کہ مردود اور اسکی ساری قوم کو ہلاک کیا۔ اور پھر دوسری بار امتحان لینے کی خاطر آپ کے فرزند ابرہہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کا حکم ہوا یہ امتحان آپ کا ایسے تھا جیسے سونے کو بھٹی میں ڈال کر آگ میں رکھا جاتا ہے کہ اس سے زنگ اور کھوٹ نکل کر خاص سون ہو دے۔ ویسے خود کو اس بڑی آزمائش میں سچا کرے۔ جیسے اس باب میں اللہ تعالیٰ فرماتا "قال یٰٰنسیٰ اِنِّیْ اِوٰی فِی الْخِناَمِ اِنِّیْ اَذِہْبُکَ فَانْظُرْ مَا ذِیْ تَری" یعنی ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے بیٹے میں خواب دیکھ رہا ہوں کہ بیشک میں ذبح کر رہا ہوں تجھے۔ پس تو دیکھ کیا رائے ہے تیری یعنی سمجھتا ہے "قال یا اہت افعَلْ مَا تَومَرُ مستجدنی ان شاء اللہ من الصبرین" یعنی بیٹے نے کہا ہے اے میرے والد تو کر جسکا تجھے حکم ہے جلدی پائے مجھے اگر اللہ نے چاہا صابرین میں سے۔

جب کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اپنے پیارے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زمین پر لٹا کر کرنے لگے لیکن جب چھری کو کانٹے کا امر نہیں تھا۔ اس وجہ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو کوئی بھی ایذا اور تکلیف نہیں پہنچی اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بار بار چھری کو

چلاتے رہتے لیکن چھری۔۔۔ کچھ بھی نہیں کیا اور پھر اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ اے ابراہیم تیرا خواب سچا ہوا جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام رب جلیل کا غلیل اور دوست تھا اور بیٹے کے ذبح کرنے میں آپ کے اندر میں کسی بھی قسم شک نہیں آئی بلکہ آپ کے خلق والی سچائی اور قربانی دینے والی صداقت نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دل پر ایسا اثر پیدا کیا کہ رضا پر راضی رہا اور صبر کیا اور رضا پر رہنے کی وجہ سے جانوروں کی قربانی کرنے کا حکم ثابت ہوا اور قربانی ہونے کی وجہ سے آپ کا لقب ”ذبح اللہ“ (یعنی اللہ تعالیٰ کا ذبح کردہ سے) شرف ہوا۔ اسے دوست تو اب ان دونوں انبیاء کرام علیہم السلام کے امتحانات میں فکر کر کے دیکھ کہ ان دونوں کے درمیان کتنا فرق ہے حضرت نوح علیہ السلام بیٹے کا فرق ہونا دیکھ کر اسکے چہنکارہ اور سلامتی کیلئے دعا کرنے لگا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کا حکم ہوا۔ پس اس حضرت نے پیارے بیٹے کو ذبح کرنے میں کسی بھی قسم کا عذر نہیں کیا۔ پس خدا اور خدا میں عجب نکتہ اور مزرعگی ہوئی ہے پس جسے نبی اللہ کے نور سے اور غلیل اللہ کے غلت سے نور لیا ہوا اور شرف شدہ ہو گا وہ ان دونوں حضرات کے بیچ میں فرق خود ہی سمجھ لے گا۔ جب کہ نبوت کا تعلق ساری خلق کے ساتھ ہوتا ہے۔ پس کچھ انبیاء سے کچھ اوقات پر ایسے کام ہو پڑتے ہیں جن سے عام جنس والے کو خاص جنس والوں سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اس متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس پر کلمہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ ہے اس نے خبر دی ہے کہ انا غضب کما بغضب البشر وانا ارضی کما یرضی البشر یعنی میں غصہ کرتا ہوں جیسے آدمی غصہ کرتا ہے، اور میں خوش ہوتا ہوں جیسے آدمی خوش ہوتا ہے۔ پس وہ انبیاء کرام علیہم السلام کہ مامور ہونے کے درجوں میں بلند مراتب والے ہیں ان کے وجود میں بشری صفت کے ظہور ہونے کی وجہ سے پھر نیچے آتے ہیں۔ پس اس وقت میں ایسے نبی کا غرق اور جدائی خوف سے ندا کرنے میں کوئی حرج و قصور نہیں ہے بلکہ مصیبت کے وقت ندا کرنا نیز نبوت والی کمالتوں کے ظہور چاروں عناصر سے ہونے کی وجہ سے اسکے پیدا شدہ وجود میں غفلت ہے۔ اس کے ساتھ بخود اقریت (۱) اور خل کی اصل جہاں جڑنے اور جزو کا کل کے ساتھ متحد ہونے والی کمالتوں کا بھی درشاٹھانے والا ہے اور نیز خدا سے خدا کے ساتھ خبردار اور ہوشیار ہونے کی جفا سے وفا کیساتھ لوٹنا یعنی گناہ سے رجوع ہو کر توبہ کرنا اور علم سے حال کیساتھ متوجہ ہونے اور عین سے وصال کیساتھ وہ سب نبوت کے مقام سے عروج کر کے ولایت کے مرتبے کیساتھ حاصل ہوتے ہیں کہ یہ ولایت نبوت والی ہے اور نبوت سے غلت والے مقام کیساتھ تقرب یعنی قریب ہونا کہ یہ قرب کے اقربیت سے ہے اور غلت سے نبوت کے مقام سے دور ہونا وہ دور ہونا بعدیت کی وجہ سے ہے اور یہ یہاں غلت کے مرتبے سے دور ہونا وہ ولایت پر نبوت کے غلبہ کی وجہ سے تھا مطلب کہ حضرت نوح علیہ السلام کی ولایت پر نبوت کا غلبہ تھا۔ جس وجہ سے ندا کی اور وہ یعنی حضرت نوحی علیہ السلام کی نبوت پر ولایت کا غلبہ تھا جس وجہ سے خدا کو قبول کیا جبکہ نبوت والا مقام لوگوں کیساتھ تعلق رکھ رہا تھا جس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی تمھاری صفت طوفان میں آ کر سب کو پکڑا اور غلت والا مقام نبوت کی ذات میں ہونے کی وجہ سے غلت سے رجوع ہو کر اپنے خالق کی جانب بہت متوجہ ہو رہا تھا اور خلق کے ساتھ تھوڑا بلکہ ثبوتی صفات کے مشاہدوں میں مستغرق ہونے کی وجہ سے اور خالق اور مخلوق کے الف (۱) یعنی واحد کی صورت و شکل دیکھنے میں آئے گی کہ وہ سب عددوں

(۱) اقربیت یعنی قریب ہونا اور بعدیت یعنی دور ہونے کی مثل آئینہ سے بکس آئی جب اپنی مثل آئینہ میں دیکھتا ہے تو اپنی مثل بالکل قریب لیکن اگر چاہے تو اسے قریب ہو کر ہاتھ کر دے تو کبھی بھی اسکو پہنچ نہیں سکتا۔ (از سرجم)

کا جمع کرنے والا اور مجموعہ ہے اور مفردوں اور مرکبوں کے ملانے والا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ مشاہدہ اگرچہ صفاتی مقامات میں ہوا ہے لیکن اسے حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات تک پہنچنے کیلئے ثبوتی صفتیں وسیلہ اور واسطہ ہیں۔ پس حضرت خلیل علیہ السلام کو قرب کا حصہ صفات کے واسطے سے عطا ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اقربیت والا حصہ ذاتی ملا ہوا ہے حضرت خلیفہ مرشد صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں دوسری باتوں کے بیانوں اور فقرہوں کے عیانوں میں آ کر پہنچا اب اصل والی بات کو ذکر کرتا ہوں کہ نبوت والا مقام جس کی توجہ خلق کیساتھ ہے جس وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کو اول ہونے کی وجہ سے فضیلت کا شرف و کمال ہے اور غلت کا مقام جسکی توجہ خالق کے ساتھ بہت ہے۔ جس وجہ سے یہ عظیم مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملا ہوا ہے پس ہر ایک ہستی اپنے مقام و زمانہ کی صاحب ہے اور نیز اپنی قوم اور امت کا صاحب ہے۔

### ہر یکے صاحب قرآن دیگر است

یعنی ہر ایک زمانے کا صاحب ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اپنی کتاب میں کہ آپ کا محفوظ مبارک ہے جس میں انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کی فضیلتوں کے متعلق مختصر الفاظ سے تحقیق و تشریح اس طرح کی ہے "منہا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی اور ان میں سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی ہے کہ جو سارے رسولوں کی سردار ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اگرچہ انکے مرتبہ اور سزاوار اندازے موجب ذاتی تجلی سے جسے ملے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نفسی ای لذاتی یعنی میرا نفس اور میری ذات کیلئے جیسے لفظ کیساتھ مخاطب ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "روح اللہ" کا کلمہ دیا۔ اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ آپکی مشابہت بڑی ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مفتوں کی تجلیوں کا مقام حاصل ہے کہ انکی نظر صفات میں تیز تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص شان ہے کہ آپکو تجلی ذاتی والا مقام حاصل ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انکی لیاقت و قابلیت موجب صفات کی تجلی حاصل تھی۔ پس اس اعتبار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا افضل ہونا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہے اسلئے کہ آپ رتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رتبے سے بڑا ہے اور نیز آپ کی نظر تیز تھی۔ ان حضرات کے بعد حضرت نوح علیہ السلام افضل ہیں کہ آپ کا صفات والا مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفات سے کچھ بلند تر ہے۔

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صفات والی تجلیات میں خاص مقام حاصل ہے کہ آپ کی نظر صفات میں تیز تھی اور یہ وصف دوسروں میں نہیں تھی لیکن آپ کی اولاد اجداد کو آپکے تابع ہونے کی وجہ سے اسی مخصوص مقام سے حصہ عطا ہوا ہے کہ یہ سب فروغ ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت ہے۔ میرے (ا) رب نے اپنے فضل و کرم سے مجھے جو کچھ سکھایا اور الہام کیا وہ میں نے بیان کیا اور زیادہ علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے کہ سب سے زیادہ جانا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کلماتوں کی نشانیاں یہ ہیں اللہ تعالیٰ اور آپکے

درمیان کلام ہونے کی وجہ سے عزت والا ہونا اور قرب و اقربیت کی کمالت اور حجابات کے پردوں کے مابین ت انوارات کی تجلیات کے ظاہر ہونے سے مشاہد و کمال کا ظاہر ہونا جیسے دوسرے کام جن کا آپ کے احوال و مقامات نسبتاً خصوصیت ہوئی ہے اور یہ قرب اور مشاہدے کے تزیینی اور تشبہی شواہدوں سے واضح ہوئے ہیں جن کا تعلق شیونات و اعتبارات پر رکھا ہوا ہوتا ہے کہ تزیینی تشبہی سے گوئے لیتی ہے اور شجر میں جنورانی تجلی دیکھنے سے مشرف ہوا اور خود "انسی انا اللہ" کی قال سے نوازا گیا۔ یہ بات تزیینی سے نہیں بلکہ تشبہی کیساتھ دکھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا ان دونوں اسباب یعنی تزیینی اور تشبہی سے خالی ہے پس اس کا کلام تمثیل کے ذریعے سے تشبہی کی مثال میں ہوا ہے اور نیز بخیم جل جلالہ کا کلام سوائے کسی تفصیل کے مجمل تھی یعنی محض "انسی انا اللہ" کی آواز اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام دوزیادہ پوچھنے سے تھا اسلئے "کلم اللہ موسیٰ نکلیعاً" کے مخاطب ہونے سے کلیم اللہ کا خطاب ملا۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں کتنے ہی مقامات پر آپ کا ذکر دوسرے انبیاء سے زیادہ آیا ہے اور آپ اپنی معرفتیں افعالی خواہ صفاتی معرفتوں سے بہت بلند ہیں کیونکہ آپ کی معرفتوں کا تعلق شیونات و اعتبارات پر مندرج ہے کہ وہ صفات سے ایک قدم اوپر ہیں اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کے بالکل نزدیک ہیں۔ وہی سبب ہے کہ شیون و اعتبارات کے اقربیت آپ کے دیدار کیلئے خواہش مند ہوئی کیونکہ شیونات میں سے شیون بھی ایک شان ہے کہ صاحب شان کی طرف پہنچنے کے لئے ایک کشادہ راستہ ہے۔ اور آپ کا مشاہدہ بسیط ہے اور جلوے کو بھی شان کہتے ہیں۔ جب معشوق کا جلوہ اور چمک یعنی پر تو عاشق پر پڑے تو عاشق کو بے قرار کر دیتا ہے اور بے آرامی پیدا ہوتی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب کلام سنا تب غیابی (ظاہری) آنکھ سے دیکھنے کے لئے بے قرار ہو کر کہنے لگا "قَالَ رَبِّ اِذْ بَنِي اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ نَرَاہِیْ" یعنی: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب تو مجھے دکھائی دے کہ میں تجھے دیکھوں اللہ عزوجل نے فرمایا کہ تو کبھی نہیں دیکھ سکے گا۔ وَلَکِنْ اَنْظُرْ اِلٰی الْجَبَلِ فَاِنْ اسْتَفْرَسَ مَكَانَہُ لَسَوْفَ نَرَاہِیْ یعنی لیکن تو جبل کی طرف دیکھ پس اگر اس نے اپنی جگہ قرار پڑا تو پھر میرا قریب ہی تو میرا دیدار کر لے گا۔ فَلَمَّا لَجَلَسَ رَبِّہٖ لِلْجَبَلِ جَعَلْہٗ دُکَاوْ خَرَّ مُوسٰی صَعْقًا، یعنی پس اس کے رب نے جبل پر تجلی فرمائی تو جبل کو ریزہ ریزہ کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام زمین پر بے ہوش ہو کر تشریف لے آئے۔ پس جلالی صفت کے مشاہدے ظاہر ہونے کی وجہ سے جبل جل کر راکھ ہو گیا اور حق سبحانہ تعالیٰ کے غیر متندانہ شعاعوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیدار کرنے والے گھر اور خواہش کو فنا کر دیا۔ اور اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حقیقت اس ضعیف پرندے کی طرح ہو گئی جو اڑنے کے قائل نہ رہے، اور بے ہوش ہو کر زمین پر گرے یعنی تجلی کے دیکھنے کی تاب نہ لائے، اور دیکھنے والا مقام آنحضرت ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور نیز آپ کی امت کے کاملین جو کہ مکمل ہیں انکے لئے بھی اس لئے کہ یہ مشہور ہے کہ جہاں سے بادشاہ کی سواری گذرتی ہے تو اس راہ سے اس کا لشکر بھی گذرتا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دماغ میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے گلوں کی خوشبو پہنچی تب ان کی روح ان خوشبودار پھولوں کی حقیقت کو دیکھنے کیلئے خواہش مند اور عاشق ہوا اور آپ کے عشق کی جلالت اور قرب کی کمالت نے آپ کو بھیج کر بہت قریب کیا۔ اس قرب کی وجہ سے علم الیقین سے مشرف ہونے کی وجہ سے حق الیقین کا خواہش مند اور طلبگار ہوا جب کہ حضرت موسیٰ میں ایسی امت کہاں تھی کہ صرف تجلی کی تاب نہ لائے اور اپنی فطری طبیعت دیکھنے کیلئے

آرزو کر رہے تھے۔ محمد و عبد الرحیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

بیت

حز میں حذ صین کین حنت هزارن جی

یعنی ذنبیل گھنڑی میں کچھ بھی نہیں ہے ہمت ہزاروں کی کرتا ہے اور نیز بھٹ والے شاہ قدس سرہ نے اس باب میں کتنا اچھا اشارہ دیا ہے۔

بیت

نامی کود کرت متھی سوداگری

یعنی کرت کا شوق ہی نہیں اور خیال پھر سوداگری کے طالب کو۔ نیز قرب خداوندی کیلئے ایسا ملکہ پیدا کرنا چاہیے اور نعمت بھی ایسی کرے جیسے اس حاصل کرنے کیلئے اپنی جان سے ہاتھ اٹھا کر اور اسکے لئے حیران و ششدر ہو۔ اور اپنے آپ کو بلاکت میں ڈال کر پگھلا کر اسکے عشق میں مخمور رہے اس باب میں دانائے راز حافظ شیرازی فرماتا ہے

بیت

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید یا تن رسد بہاناں یا جاں زتن بر آید

یعنی: طلب سے ہاتھ نہ اٹھاؤں جب تک میری مراد پوری ہو یا تو میرا لاشہ محبوب کو پہنچے یا دم پرواز کرے۔  
یعنی دو قسم ہیں یا تو دو سال ہو گا یا دم دوں گا (یعنی سانس) اور مراد سے نہ ہٹوں گا کہتے ہیں "قیمة العرء ہمة" یعنی مرد کی قیمت ہے اس کی ہمت۔

بیت

ہمت بلند باید عشاق ہے ہمت را مرد خفیس ہمت در عاشقاں گنجید

یعنی ہمت چاہئے بلند مست عشاق شرا بخورندگان کو خفیس ہمت والے بندے کی عاشقوں میں گنجائش نہیں ہے۔  
اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اسکے ساحروں سے جتنے طرح طرح دکھ مصائب ملے تھے اور سہنا کوہ کی جانب جاتے وقت اور آپکی اہلیہ جو کہ قریب الولادت تھی اسکی تکلیف اور اس وقت جبل پر بارش پڑ رہی تھی اور اسکے علاوہ دوسرے کئی مصائب آں پہنچی تھی جن کا مذہبی کتب میں ذکر ہو رہا ہے۔ ان تکالیف کا بیان ان چند اوراق والے رسالے میں نہیں لایا جاسکتا۔

وہ سب تکالیف و مصائب برداشت کئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ السلام درجات و مقامات کی کمالت والی رموز میں آقا مہدیؑ کے قریب ہے اور رنگ سے نکل کر بے رنگ کیساتھ متصل ہونا اور کثرت سے جدا ہو کر وحدت کے مجموعے میں آنا اور علم سے بے حال ہو کر حیرت

میں جذب ہو جانا اور نور کی روشنی سے آکر تاریکی مقامات میں تباہ ہونا اور علم سے بحال ہو کر حیرت کیساتھ جذب ہونا ان ڈھکے چھپے خزیوں سے واضح ہونے کا تعلق لطیفہ خفی کیساتھ ہے کیونکہ یہ اسراؤں کے خزانے اور پوشیدہ کانیں ہیں اور نیز ایسے رموز جن کا تعلق لطیفہ خفی کیساتھ ہے انہیں چھپانا واجب ہے۔ کہ کہا ہے۔ ”إظهار الأبرار كغفر“ یعنی راز کو ظاہر کرنا کفر ہے اس لئے کہ یہ اسرار تاریک رات کی مانند ہے۔ اور نیز نشہ آور شرجوں جیسے ہیں۔ یہ نشہ آور ایسا ہے کہ ہر کسی ہوش والے کا ہوش چھین کر بے ہوش کر دے۔ اور جو لوگ دم اور جان کا سودا کرنے والے ہیں وہ اس کے پینے والے ہیں۔ اس مقام پر طالب کا وجود اور ہستی دونوں بیکار ہیں۔ اور یہاں خود کو محو کرنے اور نیستی کی ضرورت ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

### بیت

|                                |                              |
|--------------------------------|------------------------------|
| قرب حق از جد ہستی رستن ست      | قرب نی بالا ز ہستی رستن ست   |
| نیمت را چہ جائی بالا پست و زیر | نیمت رانی زودنی دیر ست و دیر |
| کارگاہ تنج حق در نیستی ست      | غره ہستی مشو کان نیست جوست   |

یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ کا قرب ہستی کی قید کے چھٹکارہ سے ہے، قرب ہستی نہ بلند سے چلنا۔ حق تعالیٰ کے حضور میں نسبتی خزانہ ہے اس وجہ سے تو ہستی پر آکر نہ کر۔ کیونکہ ہستی ہے کیا اور کیوں کہ یہ نیست ہے یعنی فنا۔ اور دوسرے مقام پر فرماتا ہے

### بیت

آئینہ ہستی چہ باشد نیستی نیستی جو گر تو ابلہ نیستی

یعنی ہستی کیا چیز ہے آئینہ نیستی ہے نیستی کو تلاش کر اگر تو نادان نہیں ہے۔ وہی سبب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشاہدہ بے کیف و بے جہت ہے اور آپ کا علم نیستی کا ہے اور آپ کی معرفت بے رنگی ہے، اور آپ کی دوسری کمالتوں کو نیز اسی قبیل سے تصور کرنا چاہئے یہ معرفت حق کی ذات کے قریب ہونے میں شیون اور اعتبار کے قرب سے بہت زیادہ قریب، بلکہ زیادہ سے زیادہ ہے کیونکہ اس جگہ ہر نسبتوں اور مطلقاً علی الاطلاق تعلقات کا ساکت کرنا اور کیف سے بے کیف اور چوں سے بے چوں ہونا سے وحدت کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ ”النوحید اسقاط الإضافات“ والا قول اس بات پر شاہد ہے، یہاں کیا نقل کیا صفتیں کیا شیون اور کیا اعتبار ان سب سے مسلوب ہوتا ہے اور سلب والا وجود ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کی تجلی سے تعبیر کردہ ہے اور اسکے ساتھ پہنچنے والا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اصل والی تجلیات کی کشش کی وجہ سے عکس والی تجلیات میں پہنچا ہے۔ اس بات کو بڑی سمجھ والا سمجھے گا جس نے چکھا نہیں اسے لذت کا کیا پتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

ولادت میں دو واسطے ہیں ایک انسانی واسطہ ہے دوسرا ملک، بلکہ ملکی بھی نہیں ہے محض لُغ کا انتفاخ ہوا ہے کہ وہ ملائکہ (۱) کی پیدائش اور جان سے بہت لطیف ہے اور جب آپ کی ولادت ہوئی تب آپ کے وجود مسعود میں نوری حضور کی کمالت والے مراتب ظاہر ہوئے پہلا مرتبہ ملکی دوسرا مرتبہ انسانی۔ اور لطافت کی کمالت کے سبب سے "روح اللہ" کا لقب ملا اور اسی لقب و نام سے "لا الہ الا اللہ یعنی روح اللہ" کے کلمے سے شرف ہوا۔ اسی وجہ سے آپ کی قوم نے مغالطہ میں پڑ کر آپ کو "ابن اللہ" کے نام سے پکارا۔ اور آپ کو اسی حماقت کی وجہ سے ثالث ثلاثہ ثابت کرنے لگے اور یہ سارا کچھ ان پر سرکری تاریکی کا غلبہ تھا کیونکہ ان کا علم و نور محض خلقت میں بدل چکا تھا یہ راز اور مجید ایسا ہے جس کا چھپانا ضروری ہے اور صوفیوں کی خطیوں کے صدور کی جگہ ہے۔ پس جو شخص جبل اور محو سے نکل کر علم و محو سے شرف ہو گا وہ از خود اس سر و مجید کی حقیقت کو جانے گا اور بھانپے گا۔ پس اس راز کو چھپا کر اور ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرے۔

### نظم

کین تناسب در لطافت از لطیف آمد پدید  
در وجود عیسوی در اصل وصل آمد فرید  
کہ ز آدم شدید و کہ ز عیسیٰ شد شبید  
و آن ز آدم مرتفع در لُغ اللہ وحید  
متصل و آن از صور ارند حقائق منفرد  
بس قرین و عیسیٰ از قرب قعرج بس بعید  
از صفات سلب عیسیٰ ز حق شد مستفید  
شرح شرح گرد اصدور جہان ناید پدید  
ہر کہ زین بگذشت بگذشت از ہم گفت و شنید

سر عیسیٰ را اگر جوئی ز روح اللہ جوئی  
این "نفخت فیہ من روحی" ہادم اصل داشت  
وصل و اصل اندر وصال معنوی یکتا شدہ  
در نفوخ عیسوی شد از ملک یکواسطہ  
بود این از قرب اسرار حقیقت در وجود  
آدم از قرب تنزل آمد از خالق مطلق  
شد از ان ردا از صفات افعالی آدم مستفیض  
لُغ آدم را و عیسیٰ را اگر گویم بشرح  
این قدر بس در تحکم آنکہ ہمیش فائق ست

یعنی (۱) اگر عیسیٰ علیہ السلام کی خلقت کا سر اور مجید معلوم کرنا چاہتا ہے تو روح اللہ سے ڈھونڈو۔ کیونکہ لطافت ہونے میں یہ مناسبت لطیف کے اسم سے واضح ہوئی ہے (۲) یہ "نفخت فیہ من روحی" کی اصلیت حضرت آدم کیساتھ رکھی ہوئی ہے حضرت عیسیٰ کے وجود میں اصل سے وصل میں زیادہ ہے۔ (۳) معنی کی وجہ سے وصل اور اصل وصال میں ایک ہی ہوا ہے کبھی حضرت آدم علیہ السلام سے ظاہر ہوا اور کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوا حاضر۔ (۴) لُغ والی حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک واسطہ سے ملائکہ سے ہے اور دو لُغ اللہ والے حال میں حضرت سے تھا اور بہت بلند ہے (۵) قرب سے ان اسراروں کی حقیقت (انکے) وجود میں ملی ہوئی تھی (۶) حضرت آدم

علیہ السلام قرب سے تزل کی طرف آیا خالق جل شانہ کی طرف سے خلق کیساتھ ہوا سات رکھنے والا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام خلق سے بہت دور ہو کر قرب سے عروج حاصل کیا (۷) اسی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام فعلی صفات سے فیض لینے والے ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سلبی صفات سے فائدہ لینے والے ہوئے۔ (۸) اگر میں آدم علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے تلخ کی شرح کروں سارے جہاں کے لوگوں کے سینے شرح ہو جائیں تو بھی وہ شرح پوری نہ ہوئی (۹) پس جس شخص کا فہم سمجھنے میں اعلیٰ و بلند ہے اس لئے اتنا کافی ہے۔ پس جس نے اس حال سے گذر کیا اس نے ہمہ گفت و شنید سے گذر کیا۔ اور اسکے مقام وصیت اور پاکیزگی پر یہ بات شاہد ہے کہ دوسرے سارے انبیاء علیہم السلام سے مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم والے مرتبے کیساتھ متصل ہے۔ اور نیز ہر دو لطائف کا رنگ یکساں بنا ہوا ہے یعنی لطیفہ خفی کا رنگ نیلا کالا ہے اور اخفی کا رنگ کالا ہے پر اس کا رنگ پہلے سے بہت زیادہ کالا ہے اور رنگوں کی کمی بیشی کا سبب قدم والے صاحبوں کی کمالات کے درجات کی مناسبت سے ہوا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ دوسرے سارے انبیاء سے جدا ہو کر آپ ﷺ کیساتھ یگانیت کا قرب اور ایک دوسرے کے ساتھ مواصلت یعنی جڑنے کا تقرب وہ آپ کی خاص کمالات کی وجہ ہوا ہے کہ آپ پھر اس دنیا میں اگر آپ کی امت میں داخل ہو گئے۔ اور آپ چوتھے آسمان پر ملکی صفت کے غلبہ ہونے کی وجہ سے ہوا ہے اور یہ آپ کا مرتبہ دوسرے انبیاء سے زیادہ ہے کیونکہ ان ہستیوں اس ظاہر والی صورت کو عبور کر کے سچے دیں میں جا کر آدی ہوئے ہیں اور آپ چوتھے آسمان پر اس ظاہری صورت میں ملائکہ کیساتھ سکونت پذیر ہیں کہتے ہیں الجنس مع الجنس جنس جنس کے ساتھ ہوتی ہے ہوئے جنسیت کند جذب صفات جنس والی ہوء صفات کو کھینچتی ہے اور نیز آپ کے معجزات دوسرے انبیاء سے زیادہ ظاہر ہوئے ہیں جیسا کہ مردوں کو زندہ کرنا اور تاجیوں اور برص والے اور جزام والے لوگوں اور دیگر لاعلاج مریضوں کو خطرناک بیمار یوں سے نجات دینا اس قسم کے اور بہت سے معجزے آپ ﷺ ظاہر ہوئے آپ ﷺ کی کمالات والی معرفتوں سے یہ ہے حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کو دیکھنا اور وہ دیکھنا آپ کی صفات و شہوات اور اعتبارات کے حجابات کے علاوہ ہوا ہے اور نیز قباب قومین او ادنیٰ ما او حی الی عہدہ کے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے اور یعنی معاینوں کا مشاہدہ اور انہی کے مقصد کو پہنچا اور تدلی کی وجہ سے قریب ہونے کا شرف آپ کو ملا اور نیز آپ کے ماکذب القواد ماری الضمار ونہ علی ماہری کی حقیقتیں روشن ہونا ترجمہ نہ جھوٹ بولا آپ کے دل نے اس کا جود یکساں کیا پھر تم شک کرتے ہو اس ذات پر جو اس نے دیکھی اور نیز ولقد ری من آیات ربہ الکبیری بڑی نشانیاں دیکھ کر ان پر ثابت قدم رہنا یعنی اور بیشک دیکھی اس نے اپنے رب کی نشانیاں اور نیز زمیں سے عروج کر کے آسمان کی جانب اور آسمان سے زمیں کی جانب نزول کرنا اور تیز ذات مقدس کی صفات عالیہ سے خلق لینا یہ سب لطیفہ اخفی کے جاری ہونے سے کھلتی ہیں۔ کیوں کہ یہ لطیفہ آقا ﷺ کے اتمام تقیہ کے تلے ہے۔

اور یہ لطیفہ سب لطائف سے اعلیٰ اور بلند ہے اور دوسرے لطیفوں سے اس لطیفے کا مقام دماغ ہے کہ وہ سارے لطائف کی جگہوں سے شرافت میں بڑھ کر ہے کیوں کہ دماغ سارے اعضاء کا رئیس ہے اور اس لطیفے کے رنگ کا نور بہت زیادہ کالا ہے کیوں کہ دوسرے سارے لطائف کے رنگ اس میں فنا ہوئے اور اس نور کی بصارت والی سیاہی عارفین کی سیاہی کی آنکھوں کے تارے کیلئے کھل المہر ہے اور ان کی



بصارت کو روشن کرتی ہے اور جس دیکھنے والی آنکھ میں سفیدی زیادہ ہوگی تو اس میں سوانے تاریکی کے کوئی بھی نورانیت نہیں ہوگی۔

### بیت رباعی

مردم عین بصارت را بود نور سیاہ  
آنکہ اسود تر منور اندر نظر چنا تراست  
چشم کور اندر سرشت خلقت آمد بس سفید  
آنکہ ابیش تر بود اندر نظر اغنی ترست  
(۱) آنکھ کے تاریکے کا نور کا لے رنگ کا بنے پس وہ جیسے بہت زیادہ کالا ہوگا تو دیکھنے والا نور زیادہ صاف ہوگا۔

(۲) اور جس اندھے مادر زاد کی پیدائش کی خلقت میں سفیدی زیادہ آئی پس جیسے یہ سفیدی زیادہ ہوگی تو دیکھنے سے بالکل اندھا ہے اسی تاریکی بابت مخدوم عبدالرحیم مرحوزی علیہ رحمۃ اس طرح خبر دیتے ہیں۔

### بیت

یا سب سکن سو جہرے قون اونداه آرا

یعنی دوسرے سب روشنائی کی آرزو تمنا کر رہے ہیں اور اوندہ (تاریکی) میں آرام ملتا ہے۔

اور یہ کالا پن غیب کی تاریکی سے نکلا ہے اور پھر غیب الغیب کی طرف جذب ہوتی ہے اور جبکہ آپ کا لطیفہ دوسرے سب سے الخیف اور سب سے اعلیٰ دار فغ ہے اور آپ کی نورانیت سب سے شرافت میں اعلیٰ اور اشرف ہے تو پھر آپ کی کماتیں اور مراتب نیز سارے انبیاء اکمل اور اعلیٰ ہیں کیوں کہ آپ احسن المخلوقات اور اشرف البرایا ہیں۔

### شعر

کشف الدجی بحمالہ

بلغ العلیٰ بکمالہ

صلو علیہ والہ

حنت جمع خصالہ

یعنی کمالیتوں سے آپ کا رتبہ بلندی کو پہنچا۔ اور آپ کے جمال سے تاریکی روشنیوں سے ظاہر ہوئی اور آپ کی حمد خصائل اچھی اور نیک ہیں اور تم سب آپ پر صلوٰۃ پڑھو۔

اللہم صل علی سیدنا و مولانا محمد

معدن الجود والکرم و علی الہ بارک وسلم

اور آپ ﷺ کی کمالتوں اور فضیلتوں میں سے ایک ایسی قسم ہے جس کیساتھ دوسرے انبیاء برابر نہیں جیسا کہ پچھلے سارے انبیاء کا کعبہ بیت المقدس تھا جس کی طرف سجدہ کرتے اور اس میں کھڑے ہو کے عبادت فرماتے تھے اور آنحضرت ﷺ کو جدا کعبہ انعام ہوا اور نیز بیت المقدس کی طرف نماز میں تھے تو آپ کو کعبہ اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا امر ہوا۔ فلول و جھک شطر المسجد الحرام یعنی

پس تو اپنا منہ کو مسجد حرام کے کسی حصے کی طرف پھرائے اور یہ خصوصیت صرف آپ کو عطا ہوئی کہ کعبہ کا صاحب خود ہوا پس جب بیت المقدس کے کعبے کی صورت بیت الحرام کی طرف تبدیل فرمائی تب بیت المقدس سے عبود ہونے و انی حقیقت بھی ساٹھ ہوئی اور کعبہ کی طرف عبود ہونے کے ساتھ آپ ﷺ فائز ہوئے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب میں یہ حدیث اخراج کی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیت المقدس کی مسجد میں ایک نماز پڑھنا دوسری مساجد میں سات سو نمازیں پڑھنے سے افضل ہے پس کسی صحابی رسول ﷺ نے یہ بات سنی تو اس نے ادھر جانے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے پوچھا کیوں جارہے ہو۔ اس صحابی نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کل آپ نے بیت المقدس کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت بتائی وہاں نماز کے ثواب کیلئے جارہا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب بیت المقدس کی مسجد میں سات سو نمازیں پڑھنے کے برابر ہے اور انا من نور اللہ والعلم کلمہ من نوری کا شرف بھی ایک ساتھ مخصوص ہے (ترجمہ میں اللہ کے نور سے ہوں اور سارا جہاں میرے نور سے ہے) اور لو لا خلقت الافلاک لکلمنا اظہرت الربوبیہ۔ یعنی اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمان نہ بناتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت ہی ظاہر نہ کرتا۔ والی خصوصیت آپ کے ساتھ خاص ہے اور آپ کی تعظیم و تکریم بڑھانے کے لئے جہاں والوں کو آپ کی اطاعت و تابعداری کرنا لازم اسی وجہ سے فرمائی کہ آپ ختم الرسول ہیں جیسے اس آیت مبارکہ میں ذکر ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنی آپ ﷺ فرمائیں لوگوں سے اگر تم اللہ عزوجل سے محبت کرتے ہو تو میری تابعداری کرو تو اللہ تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ محبت کرے گا اور دوسرے مقام پر آپ ﷺ کی شان فرماتا وما اتاکم الرول فخذوه وما نہاکم عنہ فانتہوا یعنی اور رسول جس چیز کا تمہیں حکم کریں وہ تم لے لو اور جس سے روکے پس تم اپنے آپ اس سے روکو اور نیز سب اولوالعزم انبیاء کا علم حال و خواہ کمال کا ان کا علم اصولی خواہ فردی وہ آپ کی ذات باہرکات کی اندر کا حقہ موجود تھا اور آپ کا علم سارے انبیاء سے بہت بلند تھا اور آپ کی کماتیں آپ کی کمالیت کے مقابل بڑے دریا کے آگے ایک قطرے کی مانند کیوں کہ آپ ﷺ اول الفکر اور آخر العمل ہیں یعنی آپ خلقت میں پہلے ہیں اور اس عالم کی طرف آنے میں آخری ہیں اور آپ کا علم و معرفت جہاں والوں پر ظاہر و بین ہے اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ پوچھنا نیز بے کیف اور بے جہت اور بغیر صفات افضل، ثبوتی اور شہونی کے ہوا اور آپ کا دیکھنا و دیکھنا بھری سے تھا اور آپ کی معراج جسم مبارک کیساتھ تھی اور دوسرے سارے انبیاء کرام کو معراج جسمانی نہیں ہوئی پس جیسے کہ آپ کی کماتیں دوسرے سارے انبیاء کی کمالتوں سے اعلیٰ و افضل ہیں تو پھر آپ کی حقیقت بھی سارے حقائق سے زیادہ کامل اور بڑے شرف والی ہے۔ کیونکہ وہ سب حقیقتیں ہیں جنہیں صوفیا کرام کی اصطلاح میں روح اعظم اور عقل کل اور نفس کل اور حقیقۃ الحقائق اور حقیقت محمدی ﷺ اور حقیقت احمدی ﷺ کہتے ہیں اور یہ حقیقت ساری حقیقتوں کا اجمال بھی ہے اور ہمہ حقیقتوں اور صورتوں کی تفصیل بھی ہے اور اگر تو ان کے سب قوانین میں اچھی طرح سے تصور کرے گا تو وہ سارے اپنے مراتب میں موجود ہیں اور اگر ان کی تفصیل کا تصور کرے گا تو وہ سب حقیقتیں عالم امر سے اس عالم خلق میں فرد افراد ہو کر واضح ہوئی ہیں کہ درجہ درجہ صورتوں کیساتھ اس عالم میں پہنچی ہیں کتنا اچھا کہا جس نے یہ بیت کہا ہے:

## بیت

این جهان صورت است معنی دوست در معنی نظر کنی ہمہ اوست  
یہ جہاں دوست کی معنوی صورت ہے اگر معنی کیساتھ نظر کرے گا تو سارا وہ خود ہے۔

سب مرتبوں سے حقیقت محمدی ﷺ کا مرتبہ اعلیٰ ہے۔ اور وہ مرتبہ آپ کے وجود کا مظہر ہے اور اس حقیقت کو متقدمین صوفیاء کرام وجود مطلق بھی کہتے ہیں اور نیز یہ مرتبہ ان حقیقت والے مراتب میں سے ہے جس نے حقائق کی قید سے خارج ہو کر اس وجود مطلق کی حقیقت پائی۔ پس جس جگہ وجود مطلق ہے تو وہاں اسے ہر ذات حق میں ہونے کے علاوہ دوسری کوئی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ ذاتی شیوات و اعتبارات میں سے کچھ شیوات و اعتبارات گنجائش ہے اور حقیقت ﷺ کے مرتبے کے کے علاوہ دوسرا بھی ایک مرتبہ ہے کہ ساری حقیقتوں کے مراتب سے بلند و بالی ہے جس کے نزدیک دوسرے سارے مرتبے ایسے ہیں جیسے بحرِ بیکراں کا ایک قطرہ۔ بحرِ بے پایاں کے سامنے ہوتا ہے اور یہاں حقیقت محمدی ﷺ محض ایک نام ہے اور حقیقت احمدی اسکی سکنی ہے۔ اور حقیقت محمدی کے اعتبار سے دوسری جو بھی حقیقتیں ہیں وہ محض اسما ہیں اور یہ اسکی سکنی ہے اور حقیقت احمدی کے لحاظ سے حقیقت محمدی بھی اسم ہے اور یہ اسکی سکنی ہے اور حقیقت احمدی کے نیز دوسرے ہیں۔ ایک حقیقت محمدی اور دوسرے سارے نبیوں اور اولیاء اور دوسری ساری مخلوق کیساتھ واسطہ ہے۔ اور دوسرا مرتبہ اس کا مجرب اعتبار احدیت کا ہے کہ اس میں میم کا حرف بیچ میں آ رہا ہے اور سلوک کی ساری منازل سے گزرنے کے بعد احمد والی میم کی اضافت از خود دور ہو گئی۔ کیونکہ "انسا احمد بلا میم" میم اشارہ نیز اسی بات کی طرف ہی ہے۔ یعنی میں احمد ہوں سوائے میم کے اور اسکے اوپر سالک کو آنحضرت ﷺ کی معراج جیسا عروج ہوتا ہے۔ یہ ایسی جگہ ہے جہاں جانا ہوتا ہے اور وہاں بولنے کی طاقت نہیں، اور دیکھنا ہوتا ہے اور سمجھنے کی قوت نہیں ہے اور یہ عروج اپنی لیاقت کی استعدادت موجب آنحضرت ﷺ کی متابعت سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس جگہ حقیقت محمدی اور حقیقت احمدی جمع الجوامع اور احدیت کیساتھ ہوتا ہے۔ اور احدیت پھر ذات مطلق اور "حویت" کی، کہ سارے میوب سے مزود پاک ہے اس کے حضور میں لا کر عبد اور رسول سے ظاہر کرتی ہے۔ اور یہاں آنحضرت ﷺ "لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد و ان محمد عبده و رسولہ" کے کلمے والی حقیقت کیساتھ کامل ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ الحمد للہ کا مقام اور کلہ رسول کا ملا ہوا ہے۔ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"۔

## ابیات

|      |      |       |      |      |               |              |
|------|------|-------|------|------|---------------|--------------|
| عبدہ | شد   | بندہ  | خاص  | خدا  | جز محمد نیست  | در ہر دوسرا  |
| آنکہ | در   | عبدیش | گشت  | نہاں | سز وحدت گشت   | ظاہر در جہاں |
| شد   | محمد | جملہ  | وحدت | در   | در حقیقت مطلق | از عین شہود  |

شس وحدت آفتاب نور ذات  
شد ز نورش مختص مہتاب جود  
انبیاء از لہ اش بکتاب خواہ  
نورا و آفاق و انفس را گرفت  
در رسالت ہر کہ زد آگاہ شد  
انبیاء گرد شرف بس اکملند  
شرح این معنی گر جوئی تو راست  
درج کردم آن ہمہ را در بیان  
بین زمین و جویندہ و جویندہ ہاش

تافت بر افق ذرات جہات  
شد منور زد وجود ہر نمود  
اولیاء ز آن تاب روشن گیرد راہ  
ہر چہ جز نورش ہمہ شد در تحفہ  
من اطاعہ قد اطاع اللہ شد  
امت او یندر خود مرسلند  
در مکاتیب کرام شیخ ماست  
این دو اوراق رسالہ بہرزان  
ہر چہ گفتیم سر آن منہائی فاش

یعنی (۱) خاص بندہ یعنی اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ آنحضرت ﷺ کے سوا دونوں جہانوں میں دوسرا کوئی نہیں

(۲) وہ تو اپنی عبادت میں پوشیدہ ہوا۔ سر وحدانیت جہاں کے مالک کا۔

(۳) ساری وحدت آپ ﷺ کے وجود میں ہوئی۔ حقیقت میں شہود کے عین سے مطلق ہیں۔

(۴) وحدت کا سورج اور ذاتی نور کا دن۔ ذاتی نور کے دن کی کرنیں جہاں کے افق والی ساری جہتوں پر چمکے۔

(۵) اس کے یعنی آپ کے نور کی سخاوت سے چاند نے نیا پانی اور آپ کے وجود مسعود سے سارے وجود درویش ہوئے۔

(۶) سارے انبیاء کرام آپ کے نور سے ایک تجلی کے طلبگار اور اولیاء بھی اس نور سے تجلی لینے والے اور راہ پانے والے ہیں۔

(۷) آپ کے نور نے آفاق و انفس کو لپیٹ لیا آپ کے نور کے علاوہ دوسرے سب نور غائب ہوئے۔

(۸) جو کوئی آپ کی رسالت میں واقف ہوا جس نے آپ کی اطاعت فرمانبرداری کی۔ اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔

(۹) انبیاء کرام اگر اشرف ہونے میں کمالات بڑی رکھتے ہیں تو آپ کی امت میں سے ہیں گو کہ وہ رسول ہیں۔

(۱۰) اگر تو اس معنی کو صحیح سمجھنا چاہتا ہے تو میرے مرشد کی مکتوبات میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۱) ان مکاتیب میں سے ایک مکتوب درمیان میں درج کیا یعنی ان کم اوراق والے رسالے میں۔

(۱۲) اس وجہ سے کہ پڑھنے والے کا دل روشن ہو اور یہ کتاب بھی گلشن جمیسی بنے۔

(۱۳) دیکھ دیکھ تلاش کر تلاش کرنے والا ہو۔ جو کچھ کہا وہ ہمیدہ ظاہر نہ کر۔

مکتوب میاں پیر محمد کی طرف اسکے سوالات کے جواب میں

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله لقد جاءت رسل بنا بالحق واصلوة ولسلام على رسله الذي اسمه الشريف الذواحلى من العسل لمشتاق زلال وصاله وعلى اله وصحبه اجمعين اما بعد من الفقيه المحتاج الى الغنى الكريم الى عمدة الاكابر الافاضل اعنى پير محمد (قدس سره) نور الله قلبى وقلبك بمعرفته وقدس سرى وسرك فقدور مکتوبكم مع الاسوله فى العجلة للسفر فما سيرلى فهذا سوال الاول . هل يكون الحقيقة المصدية على صاحبها الصلوة والسلام وسيلة لو صول الانبياء عليهم اصلوة والسلام الى بلله كما كانت لهذا الامة املا

جواب: اعلم ايها صاحب العقل السليم لما كان رسول الله ﷺ وسيلة بوجود كلهم فكيف لا يكون وسيلة وصولهم وفى المواعيد الدينية لما تعلق اراده الحق بايجاد خلفه وتقدير زقه ابرز الحقيقة المحمدية من الانوار الاحمدية فى الحضرة الاحديث ثمه سلخ منها عوالمه كلها علوها وسفلها على صورت حكمه كما سبق فى سابق ارادته اعلمه تعالى بنوته وبشريته برسائلته هذا وآدمه كما قال له يكن الآبين الروح والجسد ثمه انجست منه ﷺ عيون الارواح فظهر بالملاء الاعلى وهو بلفظ الجلاء فكان لهم المورد الاجلاء فهو ﷺ الجنس الاعلى جميع الاجناس والاب الكبير لجميع الموجودات والناس ولما انتهى الزمان بالاسمه الباطن فى حقه ﷺ الى وجود جسمه وار تباط الروح به انتقل حكمه الزمان الى الاسم الظاهر فظهر محمد ﷺ بكنيته جسماء وروحاً فهو خزانته السر وموضع نفوذ الامر فلا ينفذ امر الى الله ولا ينقل جزء الا عنه انتهى وايضا كان ﷺ وسيلة نبوتهم فكيف لا يكون وسيلة معرفتهم وولايتهم التى هو باطن النبوة كما قال صاحب المواعيد المدنية ان الله تعالى لما خلق نور نبينا ﷺ امره ان ينظر الى انوار الانبياء على نبينا وعليهم الصلوة والسلام فغشيه من نوره فانطقهم الله به وقالوا يا ربنا من غشنا نوره فقال الله تعالى هذا نور محمد بن عبد الله ان آتتم به جعلتكم انبياء قالوا آمنا به وبنوته فقال الله تعالى اشهد عليكم قالوا نعمه فذاك قوله تعالى "واذ خذ الله ميثاق النبين لما اتيتكم من كتاب وحكمة لئلا يجاءكم رسول مضى قائلما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه" اطلق قوله "واتا معكم من اشهادين" قال الشيخ تقي الدين السبكي فى هذه الآية الشريفة من التنوية بالنبي ﷺ والتعظيم قدره مالا يخفى ولقد مع ذلك انه على تقدير مجيئه فى زمانهم يكون مرسل اليهم فتكون نبوته ورسائلته عامته لجميع الخلق من زمن آدم الى يومه القيامة ويكون الانبياء واممهم كلهم من امته ويكون قوله "بعثت الى الناس كافة" لا يختص بالناس زمانه الى يومه القيامة بل تناول من قبلهم ايضا وتبين بذلك معنى

قوله ﷺ "كُنْتُ نَبِيًّا وَأَدْمُهُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ وَالنَّبِيُّ ﷺ نَبِيُّ الْأَنْبِيَاءِ وَلِهَذَا كَانَ فِي الْآخِرَةِ جَمِيعُ الْأَنْبِيَاءِ تَحْتَ لَوَانِهِ وَفِي الدُّنْيَا كَذَلِكَ لِبِلَّةِ الْأَسْوَاءِ صَلَّى بِهِمْ وَلَوْ اتَّفَقَتْ مَحْبَبَتُهُ فِي زَمَانِ آدَمَ وَنُوحَ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى صَلَوَاتُهُ وَسَلَامُهُ عَلَى نَبِيْنَا وَعَلَيْهِمْ وَجِبَ وَعَلَى أُمَّهُمْ الْإِيمَانُ بِهِ وَنَصْرُهُ بِذَلِكَ أَخَذَ اللَّهُ الْمِيثَاقَ (انتهى كلامه الشيخ)

### شعر

وَكُلُّ أَيِّ اتِّسَالِ الرُّسُلِ الْكِرَامِ بِهَا  
فَبِأَنَّمَا اتَّصَلْتُ مِنْ نُورِهِ بِهِمْ  
فَبِأَنَّهُ شَمْسٌ فَضْلُهُمْ كَوَاكِبُهَا يَظْهَرُونَ أَنْوَارُهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلُمَةِ قَالَ الْعَلَامَةُ ابْنُ مَرْزُوقٍ عَنِ كُلِّ مُعْجِزِهِ اتِّسَالُهَا  
بِهَا كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الرُّسُلِ ثَانِمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُورِهِ لَأَنَّهُ يُعْطَى أَنْ نُورُهُ ﷺ لَهُ يَزُلُ قَانِمَا بِهِ وَلَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ  
قَالَ قَانِمَا هُوَ نُورُهُ لَوُ هَمَّاهُ وَزَعَّ عَلَيْهِمْ وَقَدْ لَا يَبْقَى مِنْهُ شَيْءٌ وَإِنَّمَا كَانَتْ الْآيَاتُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ نُورِهِ لَأَنَّهُ شَمْسٌ  
فَضْلُ وَهَمَّاهُ كَوَاكِبُ تِلْكَ الشَّمْسِ يَظْهَرُونَ أَيُّ تِلْكَ الْكَوَاكِبِ أَنْوَارُ الشَّمْسِ فِي الظُّلُمَةِ وَالْكَوَاكِبُ لَيْسَتْ  
مُضِيئَةً بِالذَّاتِ إِنَّمَا هِيَ مُسْتَمِدَّةٌ مِنَ الشَّمْسِ فَهِيَ عِنْدَ غِيَاةِ الشَّمْسِ يَظْهَرُونَ نُورُ الشَّمْسِ فَكَذَلِكَ الْأَنْبِيَاءُ قَبْلَ  
وَجُودِهِ ﷺ كَمَا نَوَا يَظْهَرُونَ فَضْلَهُ وَبِحَمِيٍّ مَا ظَهَرَ عَلَى إِبْدَى الرُّسُلِ عَلَى نَبِيْنَا وَعَلَيْهِمَا الصَّلَاةُ وَسَلَامُهُ سِوَاهُ مِنْ  
الْأَنْوَارِ قَانِمَا هُوَ مِنْ نُورِهِ الْفَانِضِ وَمُدَّةُ الْوَاسِعِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْهُ شَيْءٌ وَأَوَّلُ مَا ظَهَرَ ذَالِكُ فِي آدَمَ عَلَى نَبِيْنَا  
وَعَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَسَلَامُهُ حَيْثُ جَعَلَهُ اللَّهُ خَلِيفَةً وَأَمَدَهُ بِالْأَسْمَاءِ كُلِّهَا مِنْ مَقَامِهِ جَوَامِعُ الْكَمَةِ الَّتِي لِمُحَمَّدٍ  
ﷺ فَظَهَرَ بِعِلْمِ الْأَسْمَاءِ كُلِّهَا عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْقَائِلِينَ "أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُقْبَضُ فِيهَا وَيُقْبَضُكَ الْبَدْمَاءُ" ثُمَّ تَوَلَّى  
الْخِلَافَةَ فِي الْأَرْضِ إِلَى أَنْ وَصَلَ إِلَى زَمَانِ وَجُودِ صُورَتِ جِسْمِهِ نَبِيْنَا مُحَمَّدٍ ﷺ لِأَظْهَارِ حُكْمِهِ مَنْزِلَتِهِ فَلَمَّا بَرَزَ  
كَانَ كَأَشْمَسٍ أُنْدَرَجَ فِي نُورِهِ كُلِّ نُورٍ وَالطُّورُ تَحْتَ مَنْشُورِ آيَاتِهِ كُلِّ آيَةٍ بِغَيْرِهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ خَلَقَ الرِّسَالَاتُ كُلِّهَا  
فِي الصُّلْبِ النَّبَوِيِّ وَالنَّبَوَاتُ كُلِّهَا تَحْتَ لَوَاءِ رِسَالَتِهِ فَلَمْ يَكُنْ إِلَّا أَحَدٌ مِنْهُمْ كِرَامَتُهُ وَفَضِيلَتُهُ إِلَّا وَقَدْ أُعْطِيَ ﷺ  
مِثْلُهُ أَنْتَهَى عِبَارَتُ الْمُبَاهِبِ لِمَا أَلْبَسَ نُبُوته ﷺ لَهُمْ عَلَيْهِمُ السَّلَامَةُ وَهَمَّاهُ فَلَا يَبْدُ لِأُمَّتِهِ مِنَ الْوَسَالَةِ  
بَيْنَهُمْ فِي الْمَعْرِفَةِ وَالْوَلَايَةِ وَغَيْرِهِ ذَالِكُ مِنْ فَيَوْضَ كُلِّهَا أَنْتَهَى عِبَارَتُ الْمَكْتُوبِ الشَّرِيفِ مِنْ عَيْنِهِ.

## مکتوب شریف

جو کہ میاں پیر محمد کی جانب اسکے سوالات کے جوابات میں ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تشریفیں تو صغیریں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے تک پہنچنے کا ہمیں ہدایت کا راستہ دکھایا اور اگر وہ ہمیں راہ نہ دکھاتا تو ابھی ہم ہدایت والے نہ ہوتے اور بیشک ہمارے رب کے رسول حق و صداقت کا پیام لیکر آئے ہیں۔ اور درود و سلام اس کے رسول پر ہوں یعنی حضرت ﷺ پر جس کا اسم شریف وصال کے عشاق و مشتاقوں کے ہاں صاف و شفاف بیٹھے پینے سے بہت لڑیز اور از حد میٹھا ہے اور درود و سلام نیز آپ کی ال و حمہ اصحاب کرام پر ہوں۔ اس کے بعد اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا یہ پیش خدمت ہے از طرف اس فقیر کے کہ جو ذات صمدیت کی طرف محتاج ہے میاں پیر محمد قدس سرہ کی طرف جو کہ بڑے علماء و فضلاء میں سے ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تیرے دل کو اپنی معرفت سے روشن کرے اور نیز میرے برز یعنی راز اور تیرے برز کو پاک کرے۔ تمہارا سوا لیہ خط سحر کی تیاری کے وقت پہنچا پس جو کچھ آسان سمجھا ہے وہ پیش کیا جاتا ہے۔

سوال: انبیاء کرام کا اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے حقیقت محمدی ﷺ وسیلہ ہے یا نہیں۔ جیسے آپ ﷺ اس وقت کیلئے وسیلہ ہیں۔

جواب: اے عقل سلیم کے صاحب! تو اس بات کو سمجھ کہ جب آنحضرت ﷺ ان کے لئے وجود ہونے کے وسیلے اور واسطے ہیں تو پھر آپ ﷺ ان کے لئے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے وسیلہ کیوں نہیں ہو گئے۔ مواہب اللدنیہ میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کرنے اور انکے لئے رزق مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو پھر پہلے حقیقت احمدی سے حقیقت محمدی کو ”احدیت“ کی درگاہ میں ظاہر کیا اور اس سے سب عالم علوی اور سفلی والوں کو اپنے ارادے اور حکمت کیساتھ شکلیں دیکر انہیں پیدا کیا اور حضرت آدم علیہ السلام ابھی جسم اور روح کے بیچ تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبی اور رسول ہونے کی بشارت دی پس وہاں سے ارواح کے چٹھے پھوٹے کہ وہ طلاء الاعلیٰ میں باشندے اور ظاہر ہیں اور طلاء الاعلیٰ ایک مقام ہے جہاں جلیل القدر ارواح رہتی ہیں اس وجہ سے آپ ﷺ سب اجناس سے اعلیٰ اور حمہ موجودات کے اب کبیر ہیں۔ پس جب آپ کے باطن میں سکونت کا زمانہ پورا ہوا تب آپ کی روح اور جسم مبارک باطن سے نکل کر ظاہر کے اسم کی جانب منتقل ہوئی۔ پس آپ ﷺ اس عالم میں جسم اور روح کیساتھ ظاہر ہو کر آئے پس ﷺ خزانوں کے بھید اور ادا امر کے جاری کرنے کے مقامات کے مرکز ہیں پس کسی بھی امر کا جاری ہونا یا کسی جز کا منتقل ہونا وہ سب آپ سے ہوتا ہے اور آپ ﷺ ان حضرات کی نبوت کیلئے بھی وسیلہ ہوں تو پھر آپ ﷺ انکی معرفتوں اور ولایتوں کیلئے کیوں کر وسیلہ نہیں ہو گئے۔ کہ یہ ولایت نبوت والی ہے جیسے مواہب لدنیہ والا فرماتا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا نور پیدا فرمایا تب اسے دوسرے انبیاء کرام کے نور کی طرف دیکھنے کا حکم فرمایا پس جب آپ کے نور نے انکے نور کی طرف نظر ڈالی تو آپ کے نور نے ان کے انوار کو ڈھانپ دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو آپ کے نور سے مخاطب کیا پس انہوں نے

پوچھا کہ یہ کس کا نور ہے جس نے ہمارے انور کو لپیٹ کر ڈھانپ دیا اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ یہ محمد بن عبد اللہ ﷺ کا نور ہے اور اگر تم اس پر ایمان لاؤ گے تو میں تمہیں نبوت سے سرفراز کروں گا۔ پس انہوں نے کہا کہ ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی نبوت پر بھی ایمان لائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ میں تم پر اس بات کا شاہد ہوں۔ سب نے کہا ہاں اس کے متعلق اللہ تعالیٰ آپ کی شان فرماتا ہے۔

وَإِذَا اخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّنَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كُتُبٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَاتُتَوْا مِنْهُ  
وَلِتُنْصِرُوهُ. وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ یعنی جس وقت اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے مضبوط وعدہ لیا کہ میں تمہیں کتاب و حکمت سے سرفراز کروں گا پھر تمہارے پاس شان و عظمت والا رسول آئے تو تم اس پر ضرور ایمان لانا اور اسکی ضرورت مدد کرنا۔ اور میں تمہارا شاہد و گواہ ہوں۔  
شیخ آقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتا ہے کہ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس آیت مبارک میں آپ ﷺ کی شان اور عظمت کا ذکر کیا گیا اور بالفرض آپ ﷺ ان انبیاء کرام زمانے میں آتے تو بھی آپ ﷺ کی جانب رسول بن آتے۔ پس حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک ساری مخلوق کیلئے آپ کی نبوت و رسالت عام ہوئی اور سارے انبیاء کرام اور ان کی امتیں بھی آپ ﷺ کی امت میں ہوتے۔ اور آپ کی قوم مبارک۔ بعثت الی الناس كافة، آپ کے زمانے کے لوگوں کیساتھ مخصوص نہیں ہوا بلکہ آپ کا یہ فرمان عالیشان پہلے زمانے کے لوگوں کے ساتھ بھی شامل ہے۔ ترجمہ: میں مبعوث ہوا ہوں سب لوگوں کی طرف (اگلے خواہ پچھلے) اور اسی قول سے نیز آپ کے اس قول کا معنی مزید روشن و واضح ہوا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کنت نبیاً و اذم بین الروح والجسد یعنی میں پہلے ہی نبی تھا حالانکہ آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم میں موجود تھے۔ اور ثابت ہوا کہ آپ ﷺ سارے نبیوں کے نبی ہیں اور اس وجہ سے قیامت کے دن سب انبیاء کرام آپ کے لواحق کے نیچے ہونگے، اور اسی طرح آپ ﷺ نے دنیا میں معراج والی رات میں پیش امام بن کے سب نبیوں کو نماز پڑھائی۔

### بیت

رسولوں میں وہ رسول ایسے کہ ختم الانبیاء ٹھہرے  
حسینوں میں حسین ایسے کہ محبوب خدا ٹھہرے

(از مترجم)

اور اگر حضرت آدم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں آپ کی آمد کا اتفاق ہوتا تو یہ سب انبیاء کرام اور ان کی امتیں ان سب کو آپ پر ایمان لانا ہوتا اور مدد کرنا لازم ہوتا۔ جیسے اخذ اللہ ميثاق النبیین، آیت میں ذکر ہوا۔ اور قصیدہ بردہ میں حضرت بو صیری علیہ رحمۃ نے آپ کی شان میں کہا۔

### شعر

فانما اتصلت من نوره بهم

وکل آی اتی الہی الکریم بها



فانہ شمس فضلہم کواکبہا  
ویظہرون انوارہا فی الظلم

یعنی اور سب معجزے جو کہ رسولوں سے ظاہر ہوئے ہیں پس یہ آپ کی نورانیت سے متصل و ظاہر ہوئے ہیں

پس بیشک آپ ﷺ بھلا یوں کے سورن ہیں اور یہ انبیاء کرام تاروں کی مانند ہیں کہ وہ تاریکی میں دیکھائی دیتے ہیں۔

ابن مرزوق، فانما اتصلت من نورہ، کے جملے کو پسند کر کے بیت کا معنی اس طرح کرتا ہے۔ جس کسی رسول سے معجزے ظاہر ہوئے

ہیں وہ سب آپ ﷺ کے نور کے ساتھ متصل ہیں اور آپ کا نور ہمیشہ آپ ﷺ کے ساتھ قائم ہے اور اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوئی ہے۔

اور اگر شاعر شعراں طرح کہتا، فانما ہوا نودہ یعنی پس وہ آپ کا نور تھا تو البتہ اس بات کا وہیم ہوتا کہ وہ نور ان پر اور اب اس نور سے کچھ

باقی نہیں رہا۔ پس سارے انبیاء کرام کے معجزے آپ کے نور سے ظاہر ہوئے ہیں کیونکہ اخیاراں الطاف کے سورج ہے اور وہ انبیاء اس

سورج کے تارے ہیں اور وہ تارے سورج کی نورانیت سے تاریک راتوں میں ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ درحقیقت تاروں کے وجود میں نورانیت

(روشنائی) نہیں ہے وہ سورج سے روشنائی کی مدد لیتے ہیں جس وقت سورج غائب ہوتا ہے تو پھر سورج کی روشنائی کے ملنے کی وجہ سے

تاریکی میں عیاں ہوتے ہیں پس اسی طرح انبیاء کرام آپ کی ولادت مبارکہ سے پہلے آپ کی عظمتیں یعنی معجزے ظاہر ہوتے تھے وہ آپ کے پہلے

والے نور اور بڑی مدد کی وجہ سے تھے۔ اور اس نور میں کسی بھی قسم کی کمی نہیں ہے اور آپ کا نور پہلے حضرت آدم علیہ السلام میں ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ

نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ اور مقام محمدی کے جامع کلمات سے سارے اسماء کے سینے کی قوت دی پس وہ اسماء کا علم جب ملا نگہ پر عیاں ہوا

پس وہ کہنے لگے "اتجفّل فیہا من یفسد فیہا ویسفک البدن" یعنی کیا تو ایسے بندے کو پیدا کرنے والا ہے جو زمین میں فساد

پھیلانے کا اور خون بہانے کا۔ پس یہ خلافت زمین پر قائم ہوئی حتیٰ کہ آپ کا وجود مسعود کے پیدا ہونے کا زمانہ آپ پہنچا جب آپ ﷺ اس عالم

میں ظاہر ہوئے گویا آپ ﷺ سورج تھے جس وجہ سے سب نور آپ ﷺ کے نور میں اپنے گئے اور سارے انبیاء کرام کے معجزے

آپ ﷺ کے معجزات میں گرفتار ہوئے اور نیز سب رسولوں کی نبوتیں آپ ﷺ کی نبوت کے پیچھے کار فرما ہیں اور سب نبوتیں آپ ﷺ

کے نواہر سات کے تلے ہیں الغرض کہ سب نبیوں کی کرامات و فضیلتیں جو کہ ان میں تھیں وہ سب آپ ﷺ کو پہلے ہی حاصل تھیں (۱) پس تو

سمجھو کہ جب آپ کی نبوت اچھے انبیاء کے لئے ثابت ہوئی۔ اور وہ آپ ﷺ کی امت ہیں پس آپ ﷺ ان کے لئے ولایت و معرفت کے بیج

میں وسیلہ ہونا ضرور ہوئے (۲)۔ آپ ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام جو کہ اولوالعزم ہیں ان کی کالمتوں اور مرتبوں کی تعریف کس سے پوری ہوگی

کیونکہ وہ تحریر و تقریر سے باہر ہے اور نیز قلم و سطر کر کے لکھنے سے قاصر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا

الْمُؤْمِنِينَ یعنی بیشک ہمارے وعدے نے سبقت لے لی ہمارے بندوں کے لئے جو کہ رسول ہیں۔ مطلب کہ آپ کی کالیتیں قرآن شریف

کے مشابہات و مقطعات کے حروف میں بغیر کسی علامت کے بھی پوشیدہ ہیں۔ اور ان کی علامت سے واقف ہونا مشکل ہے۔ تو کوشش کر کے

حال و کمال سے رنگ جائیں اور مذکورہ بات سے نجات پائیں۔ کیونکہ ان اسرار و حقائق کا سمجھنا مشاہدات و دیکھنے کے بغیر مشکل ہے کہتے

(۱) وہاب لدینہ

(۲) یہاں کتب شریف کی مہارت مکمل ہوئی (از حرم)

ہیں۔ ”مَنْ لَمْ يَذُقْ لَمْ يَذَرْ“ یعنی جس نے چکھا نہیں اس نے پایا نہیں۔

### رباعی

ہر کہ خواصی اہمار نبوت دائمہ در اسرار معارف یقینیں آرد پیش

وانکہ خشک رو سائل دنیائی دہشت غیر خر مھرہ خس ریزہ چہ آرد زین پیش

(۱) جو شخص نبوت (فیض) کے سمندر میں غوطے لگا سکتا ہے وہ یقین سے معرفتوں سے موتی اپنے ساتھ باہر لائے گا۔

(۲) اور جو شخص دنیائے زبوں کے خشک کنارے پر چلے گا وہ خسیس صدف کے علاوہ اور کھلائے گا۔

معلوم ہوا کہ ان معارف و مکاشف اور مشاہدات تک پہنچنے کیلئے وہ کامل و مکمل مرشد کے واسطے اور وسیلے سے ہے۔ اور مرشد بھی ایسا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے قرب و اقربیت کے مقام پر فائز ہو۔ اور نیز ذاتی اور شیونی اور صفات و افعال کو کلی خواہ جزئی۔ انہیں اجمال و تفصیل کیساتھ جانے گا۔ اور مرشد کے ساتھ رابطہ اور اس کے ساتھ کامل دوستی اور پوری محبت رکھنے کے سواہ معرفتیں و مکاشفے اور مشاہدے حاصل کرنا محال ہیں۔ کیونکہ کامل مرشد اپنی قوم میں فیض کیلئے ایسا ہے جیسے نبی پاک اپنی امت میں ہدایت کے واسطے۔ جیسے مشہور ہے۔ ”الشَّيْخُ فِي قَوْمِهِ كَالنَّبِيِّ فِي أُمَّتِهِ“۔

### نظم

ہر وہ کبریت امر آمدہ است سینہ او بحر اخضر آمدہ است

گر ترا پیر این چنین آید پدید قفل دردت را کلید آید پدید

راہ دکھانے والا مرشد پارس ہے اس کا سینہ معرفت کے سمندر سے مملو ہے۔ اگر تجھے ایسا مرشد ملے کہ تیری بیماریوں کے تالوں کو چابیوں سے کھولے ایسے عارف جو کہ پارس ہیں وہ کچھ کم ہیں جو بہت صدیاں بیتنے کے بعد ظاہر ہوتے ہیں خواجہ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ نے اپنے مرشد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی شان میں کہا ہے۔

### قطعہ

ہزار سال برآید کہ تاباغ یقین ز شاخ صنعت حق چون تو گل بیار آید

بہ ہر قران بہ ہر قرن چون توئی نبود بروزگار بسی گرچہ شھر یار آید

تاکہ ہزار سال گزریں کہ یقین کے باغ سے حق تعالیٰ کی صنعت والی فرع تیرے جیسا کوئی گل پیدا ہو۔ ہر کسی قراں اور ہر کسی صدی کے شروع میں تیرے جیسا نہیں ہے چہ جائیکہ زمانے میں تھمرے بادشاہ پیدا ہوئے۔ ایسے عارف حق سبحانہ و تعالیٰ کے نائب ہیں بلکہ منیب ہیں اسے عارفین کے اسراروں کو اس آیت سے سمجھا کر قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی بحبیکم اللہ یعنی آپ فرمائیں

کہ تم اگر خدا سے محبت رکھتے ہو تو پھر میری اتباع کرو تو اللہ تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ محبت رکھے گا۔ اور جس نے ان عارفین کیساتھ تعلق رکھا اس نے گویا اللہ تعالیٰ کیساتھ تعلق قائم کیا۔ پس تو انکے امر کو اللہ تعالیٰ کا امر کر کے سمجھو اور انکی نبی کو اللہ تعالیٰ کی نبی کر کے سمجھو۔ اور جو شخص ان اوامر و نواہی سے بال برابر فرق کرے گا۔ اور وہ وہاں خسارے اور ٹوٹنے میں ہوگا۔ اور مذکورہ بالی حقائق سے کچھ حاصل نہیں ہوگا اور اس آیت مالا تمام الرسول فخذ وہاں محکم عنہ فانتھوا۔ پر مستحکم رہو یعنی جس بات کا رسول ﷺ تمہیں حکم کرے وہ لو اور جس سے تمہیں روکے اس سے تم باز آؤ۔ اور اس بات پر حضرت پیر سائیں رضی رضی اللہ عنہ یہ نقل بیان فرماتے تھے کہ کسی بزرگ کا مرید تھا اور کافی مدت تک اسکی صحبت میں رہا اور اس دوراں اسے حق سبحانہ و تعالیٰ کا مشاہدہ نہیں ہوا اور مرید اپنے مرشد کی خدمت کرنے اور ارادے میں کوئی کوتاہی نہیں کر رہا تھا۔ پس اس مرید نے اپنے پیر و مرشد بے نظیر کے حضور میں عرض کیا حضرت اتنا وقت ہوا ہے۔ آپکی خدمت میں ہیں رہا پر مشاہدہ حاصل نہیں ہوا اب کوئی راہ دکلاؤ کہ کیا کروں بزرگ نے فرمایا آج رات عشاء کی نماز نہیں پڑھنا اور سو جانا پس وہ مرید مرشد کا امر بجالانے کے لیے سو گیا اور عشاء نہیں پڑھی پر جبکہ اس بیچارے کی روح نماز کیساتھ بہت تھی اس لیے آرام نہیں مل رہا تھا اور رات بھی کافی بیت گئی پس اندھ کر صرف فرض پڑھا اور سنتوں اور دوسری نماز کو چھوڑ کر سو گیا پس خواب میں آپ ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنے مرشد سے بولنا کہ تو ایسی گستاخیاں نہ کر۔ جب صبح ہوئی اور مرشد کے ہاں پہنچا مرشد نے پوچھا کہ رات تو نے کیا دیکھا۔ کہا کہ حضرت رات عشاء کی نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے بے چینی و آرام نے نید حرام کر دی تھی صرف فرض پڑھا اور سنت کو چھوڑ دیا۔ اور سو گیا اور آپ ﷺ کی زیارت سے شرف ہوا اور آپکے لئے اس طرح پیغام دیا بزرگ نے یہ بات سن کر مرید سے کہا کہ سنت نہ پڑھنے کی وجہ سے سنت والے صاحب کی زیارت کی اور اگر ابھی فرض نہ پڑتا تو البتہ فرض والے صاحب کو دیکھتا۔ اس بات میں دنائے راز حافظ شیراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتا ہے۔

### بیت

ہمیں سجادہ رنگین کن گرت پیر مفاں گوید

کہ سالک پیغمبر بود ز راہ و رسم منزلھا

یعنی: شراب کیساتھ مصلے کو دھونے کا حکم تجھے پیر مفاں دے کہ تو دھو۔ کیوں کہ سالک بے خبر نہیں ہے منزلوں کی راہ تک پہنچنے سے۔ اور نیز درویش بے خویش فقیر بے نظیر فقیر محمد اخو کہ شروع میں نقشبندی طریقے میں محمد دم محمد ابراہیم علیہ الرحمہ ٹھنے والے کا مرید تھا اور آخر میں حضرت پیر سائیں رضی اللہ عنہ کی خدمت باسعادت میں مشرف ہو کر قادری طریقے کے ساتھ منسلک ہوا۔ اس نے کہا کہ میں اول میں محمد دم علیہ الرحمہ کا مرید ہوا تھا تو آپ نے مجھے دو باتوں کا حکم کیا۔ ایک اسم ذاتی کا تکرار کہ دوسرا آپکی صورت مبارک کیساتھ رابطہ اور تعلق رکھنا پس جس وقت میں اسم مبارک کے تکرار کرنے میں مشغول ہوتا تھا تو آپکی صورت مبارک کیساتھ رابطہ رکھتا تھا تو پھر اسم مبارک کا تکرار نہیں ہو رہا تھا۔ پس یہ حقیقت محمد دم صاحب کی حضور میں عرض کی آپ نے ہی بات سن کر اپنے دونوں ہاتھوں کو جھاز کر بلند کر کے فرمایا کہ ذکر گو نہیں ہو لیکن رابطے والی صورت کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا۔ اے میرے دوست! غور دیکھ کہ کامل انسان کی صورت میں جو راز و سر رکھا ہوا وہ منزل میں نہیں

ہے کسی کہنے والے نے کتنا اچھا کہا ہے۔

بیت

زائ روئے کہ چشم تست حول معبود تو پیر تست اول  
جبکہ تیری آنکھ کافی ہے اسوجہ سے تیرا معبود پہلے تیرا مرشد ہے۔  
اور نیز اس جگہ پر داتا گزلیں حافظ شیرازی رحمہ اللہ علیہ فرماتا ہے:

بیت

در خرابات پیر مغاں نور مصیہم دین عجب مین کہ چہ نوری ز کجا مصیہم  
پیر مغاں کے شراب خانے میں خدا کا نور دیکھتا ہوں، اور یہ عجب دیکھ کہ کونسا نور ہے کہ کہاں سے دیکھ رہا ہوں۔  
پس جو شخص آپ ﷺ کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے ظلی اور اصلی کمالتوں اور کلی اور جزئی معرفتوں کو کمالتوں کیساتھ پہنچا دیا ہے۔ تو  
ایسے شخص کو محمدی مشرب کہتے ہیں۔ اور جو شخص جس نبی کی جس کمالت کیساتھ پہنچا ہوگا تو اس کو نبی کے مشرب کیساتھ نام دیتے ہیں مثلاً:-  
جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کمالتوں کیساتھ مشرب ہوگا اس کو عیسوی مشرب والا کہتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے انبیاء کی کمالتوں کیساتھ  
مشرب ہونے والے کو اس نبی کے نام مشرب کے ساتھ نسبت کرتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے انبیاء کی کمالتوں کیساتھ مشرب ہونے والے کو  
اس نبی کے نام مشرب کے ساتھ نسبت کرتے ہیں یہاں یہ بات سمجھنے چاہی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ علماء امتی کا انبیاء امتی  
اسرائیل یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کہ نبیوں کے جیسے ہیں اس حدیث مبارک سے ان انبیاء کرام کے علوم و معارف کے اسرار و رموز  
کی جانب اشارہ ہے کہ وہ سبھی علم آپ ﷺ کی امت کے علماء میں اجمال و تفصیل کیساتھ موجود ہیں جب یہ بات ثابت ہوئی کہ آپ ﷺ کی  
امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں۔ تو پھر آپ ﷺ یہ امت اگلی امتوں سے ہمہ مرتبہ میں اعلیٰ اور خیر الامم ہے جیسے اللہ تبارک  
و تعالیٰ اس امت کی عظمت اور خیر الامم ہونے کے متعلق خبر دیتا ہے ”کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلْعَالَمِينَ“ یعنی تم بہترین امت ہو کہ  
لوگوں کیلئے پیدا کئے گئے ہو۔ اور آپ ﷺ کے علوم و معارف و کمالات میں محمدی مشرب والے کامل انسان کے سوا دوسرے کسی کو دخل نہیں  
ہے اور کامل انسان وہ ہے جس کی شان میں اللہ تعالیٰ الرحمن شرح اللہ صوره للاسلام والی آیت میں نشانی دی ہے اور نیز اس عالم سے  
اس عالم میں آپ کے لباس سے آکر مشرب ہوا ہو۔ اور نیز حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے خلق کو دعوت دینے میں مشغول ہو اور یہ دعوت بھی  
آپ ﷺ کی متابعت قول فعل حال اور کمال کیساتھ پوری موافق ہو اور نیز آپ ﷺ کی (تابعہ داری) اور وارث ہونے کی وجہ سے سبھی  
اہل اسلام اس سے اسلام اور ایمان کی حقیقت حاصل کریں۔ جس طالب کو ایسا کامل انسان مرشد ہاتھ آئے تو اسکا بخت بلند ہے کیونکہ اسکا  
مرشد پارس ہے کہ اس کی توجہ سے طالب کی زندگی آلودہ لوں کو جلا کر خالص مونا بنادے۔ کسی بزرگ نے کتنا اچھا کہا ہے۔

## بیت

نظرت کیسا ست گر مگر  
دوم قلب ما چورز مگر  
تیری نظر کیسا ہے اگر دیکھے ہمارے رنگ خوردہ دل کھوٹے۔  
پیوں جیسے سون ہو جائیں میرے دوست! یہ دولت کچھ کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے کہ وہ بشریت کے لباس میں ہوں۔

## بیت

نہ بشر خوانست اید دست نہ حور نہ پری  
این حمد بر تو حجاب ست تو چیزے دیگری  
یعنی: نہ تو تجھے بشر کہوں نہ حور نہ پری یہ نام سب تجھ پر حجاب ہیں تو کوئی اور چیز ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے امر کیساتھ کچھ اولیاء گم نام ہیں اور کچھ ظاہر و باہر ہیں۔ پس جو اولیاء اپنے احوال سے گم ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے قبا تلے پنہاں ہیں "اولیائی تحت قبائی لا یعرفہم غیر ی" یعنی میرے اولیاء میرے قبا میں پوشیدہ ہیں میرے علاوہ انہیں دوسرا کوئی پہچانتا اور وہ ایسے تو چھپے ہوئے ہیں کہ انہیں انکی جنس کے سوا دوسرا کوئی بھی پہچان نہیں سکتا۔ اگر وہ کسی مجلس و معرکے میں حاضر نہ ہوں تو بھی انکو نہ یاد کریں نہ بلائیں جیسے انکی شان میں حدیث شریف میں آیا ہے۔ "کسم اشعث اغیر مدلوع ہا الا ہواب لو اقسام علی اللہ لا بسرہ" یعنی: کتنے ہی پراگندہ بالوں اور گرد آلود کرد و رازوں پر کھڑے دیکھ لے ہوئے ہیں یہ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو قسم دیکر کسی بیمار کیلئے دعا مانگیں تو انکی دعا قبول فرما کر (اللہ تعالیٰ) بیمار کو ضرور شفا یاب کرے۔ ایسے اولیاء کے حق میں کسی معتبر راوی سے سنا ہے کہ کوئی شخص واقف اسرار الہی عارف نامتناہی یگانہ عمر و فردانہ آفاق میاں جان محمد چورنگالی قدس سرہ کی خدمت میں ایمان و اصل بالذات عارف بالصفات محقق بھگت ایمان مخدوم محمد زمان قدس سرہ لواری والے کے حق میں کہ آپ وقت کے غوث تھے انکے احوالوں کے متعلق پوچھا اس نے کہا کہ آپ جاسوت ہیں یعنی جہان کی خلق آپکے پردے پر یہ جاسوتی پہلے جاتی کوئل رعیت تھی لیکن جاتی نے اس کے لینے سے انکار پر اصرار کیا اور کافری عاجزی و انکساری کر کے خود کو زمین پر پھینک دیا جب اس سے نجات ملی پس وہ جاسوتی والا کام آپکے حوالے ہوا اور وہ اولیاء کے ظاہر و واضح ہیں وہ ارشاد کے صاحب اور خلق میں مشہور ہیں۔ جنگی و مصلحی درج بالا مذکور ہوئی ہیں۔

## حضور نودم

## چاروں عناصر کا

عناصر چار ہیں (۱) مٹی، (۲) پانی، (۳) آگ اور (۴) ہوا یہ سب آپکے نور سے ظاہر ہوئے ہیں پس فکر کی جائے کہ جو کچھ ہے وہ سارا مٹی ہے۔ اور جو کچھ ہے پانی ہے اور جو کچھ ہے (ہوا) ہے اور جو کچھ ہے آگ ہے اور جو کچھ ہے وہ نور ہے اور جو کچھ باری تعالیٰ کی ذات

ہے۔ سالک کو چاہئے کہ اس شغل کو پکانے میں رات دن بے قرار اور بے آرام ہو کر مشغول ہو جب تک کسی شغل کی حقیقت کا حقد اس پر روشن نہ واضح ہو۔ اور اس کیساتھ صفت حاصل کرے اور فکر مٹ جائے۔ اور جب اس شغل کے احوال ظاہر ہونے لگیں اور اسکی موصوم ہستی کم ہو جی تب اس وقت سالک نور علی نور ہے اور نیز منی، پانی، آگ اور ہوا کی صفات کے پردے بچ سے نکل جائیں گے اور خود کو مطلق الوجود اور محض سمجھے اور دیکھے اور جب وہ تصور نکل جائے گا تب بے خودی خود ہی دکھائی دے گی۔

### بیت

با خودی کفر و بے خودی دین است ہر چہ کتیم مغز او این است  
یعنی: خودی کیساتھ کفر ہے اور بے خودی دین ہے جو کچھ کہا ہے اسکا مغزیہ ہے۔ اس مقام پر یہ حضور سالک پر غلبہ اور زور ایسا لائے گا کہ حیرت ہی حیرت میں ہوگا۔ اور اس وقت خود طالب نہیں ہوگا اور نہ بھانپنے والا نہ بولنے والا نہ سننے والا اور دیکھنے والا ہوگا۔ اس مقام پر حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہ الاقدس کے سندھی شعر نے اس حال کے بابت اچھا اشارہ دیا ہے۔

### بیت سندھی

نہ زبان زاری کرے نہ دل کرے اللہ  
اورے کی اوجھو تھیو روح نہ لدی راہ  
انمن نمھن کاجھی آھے کالھڑی

یہ پوشیدہ اشارہ اس ذات پاک کی جانب ہے کہ ساری صفات اور دیونوں اور اعتباروں سے پاک و منزہ ہے۔ اور یہ سب آپ کی ذات پاک ہونے پر دلیل ہیں۔ یہ ”الآن کما کان“ جیسے تقاب بھی دیے ہی ہے۔ کوئی کی بیشی اس میں نہیں ہے پس تو سمجھ کہ ان چاروں عناصر کی صورت کا وجود اجد ہے اور سب کی حقیقت علیحدہ ہے اور یہ حقیقۃ الحقائق میں سب آپس میں متصل و مدغم ہیں اور اس کے اوپر ایک نسبت مجرد والی ہے کہ یہ نیز حقیقۃ الحقائق والی ہے جسکا اشارہ ”انا من نور اللہ“ کی طرف ہے جس میں یہ سب عناصر اس کے اندر موجود تھے اور اس سے اوپر ”کننت کنز امغفیا“ میں نیز انہیں اعتبار میں لائے ہیں۔ اس مقام پر اگر کوئی شخص اعتراض کی انگلی اٹھائے سوال کرے کہ حقیقت محمدی ﷺ سے اوپر دوسری کسی چیز کو اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی کسی وجود کو۔ ایسے معترض شخص کو انصاف کرنا چاہئے اور انصاف کی نظر سے دیکھے۔ اگر معترض عارف ہے تو اس معنی کو درجہ وار بھانپنے جیسے بیٹے اور بیٹیاں سب باپ کی چینہ میں لکھی ہوئی ہیں اور جب انکے ماں باپ آپس میں ملتے ہیں پس وہ ان سے ظاہر و پیدا ہوتے ہیں اور اس جگہ ماح سکنی اور وہ اسما ہیں جبکہ وہ عناصر حقیقت میں سب وہاں موجود تھے پس وہ وہاں سے صورت والے لباس کیساتھ ظہور لیکر درجہ بدرجہ نزول کر کے پانی آگ خاک اور ہوا کے جدا جدا ناموں سے مشہور ہوئے اگر وہ عناصر کنت کنز امغفیا میں نہ ہوتے تو پھر وہ یہاں کیسے ظاہر ہوتے کسی کہنے والے نے کتنا نہ اچھا کہا ہے۔

### بیت

ہر چہ ہستی از بلندی و پستی ہر در یافت صورت ہستی

جو بھی ہستی زمیں و آسمان میں ہے، ان سب نے اس ذات پاک سے صورت ہستی کی پائی ہے۔

میرے دوست! اس جگہ پر جو کچھ بیان ہوا ہے وہ علم کے مراتب و مدارج والا تھا۔ اور علم بھی وہ جس کیلئے آپ ﷺ کو حاصل کرنے کا امر ہوا تھا۔ ”قل رب زدنی علماً“ وہ لدنی علم کے حاصل کرنے کا حکم تھا۔ ظاہر کے علم کا جو کہ استاد سے حواس اور عقل کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس باب میں مثنوی کا صاحب دلائل و دلائل قدس سرہ فرماتا ہے۔

### بیت

علم حق در علم صوفی کم شود ایں سخن کہ باور مردم شود

حق تعالیٰ کا علم صوفی کے علم میں کم ہو لوگوں کو یہ بات کیسے اعتبار میں آئے کہ اس علم کا اور بھی درجہ ہے وہ احاطے کا علم ہے کہ وہ خلقت اور امر والے درجے میں عالم امر اور عالم خلق کو محیط ہے اور اس کے اوپر نہ صورتوں اور نہ حقائق والا لباس ملبوس ہے جیسے کہ ”احاطہ کل شئی علماً“ کی آیت اس بات کی خبر دیتی ہے یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں کو احاطے میں لیا ہے علم سے دوسرا احاطہ کہ قرآن شریف میں ذکر ہوا ہے اس میں نیز علم کا لباس پہنا ہوا نہیں ہے محض مجرد احاطہ ہے ان اللہ بکل شئی محیط۔

بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے اور وہ احاطہ ذاتی غیر محسوس ہے وہ لدنی علم کے سوا فہم میں نہیں آئے گا مگر اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں جنہیں دیکھنے والی آنکھ عنایت ہوئی ہے وہ علم کے بغیر اس احاطے کا مشاہدہ کرتے ہیں اور وہ احاطہ سارے عالم کو محیط ہے اور یعنی صوفیاء کرام کے علماء اس محض احاطے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ احاطہ بھی ایک علم ہے اور ذاتی نہیں ہے ہم ان علماء کو اس طرح سے جواب دیتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے علم کو احاطے کی قوت ہے جس سے اس نے سب چیزوں کو احاطے میں لے لیا ہے پس کیوں نہ اسکی ذات ہر چیز کو محیط ہو جس کا علم سہمی ہے اسکی ذات حقیقہ کیساتھ ساری ذاتوں اور صفاتوں پر اسکا احاطہ ذاتی ہے اس راز اور حید کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ خود زیادہ جانتا ہے۔

### حضور بستم

## عالم امر عالم خلق

عالم پانچ ہیں جو کہ عرش کے اوپر ہیں۔ اور انکے کے مزار کی خبر اللہ تعالیٰ کو ہے اور عالم خلق نیز پانچ ہیں جو کہ عرش کے نیچے ہیں۔ عالم

امر پانچ یہ ہیں۔ قلبی، روحی، سرزی، خفی، اور اخفی۔ پانچ عالم خلق یہ ہیں۔

پانی، آگ، مٹی، ہوا، اور نفیسی۔

سالک کو چاہئے کہ یہ مندرجہ بالا دس امانتیں جس کا ذکر ہوا ہے ان سب کو ایک جگہ پر اکٹھا تصور کر کے اور (اور ان کو اپنے وجود کا

مبدأ و معاد یعنی ابتدا اور انتہا (جانے) اور ان کے اصول و فروع کو کلی خواہ جزئی بمع حقائق اپنے مکمل و مقام اگر معلوم ہیں انکو جدا جدا جتنیوں میں اپنے اندر بھاپنے اور دیکھے کیونکہ اس کا وجود سب امانتوں کا باربر ہے وہ سب صورت کی وجہ سے عالم خالق سے ہیں اور درحقیقت وہ عالم امر سے ہیں بلکہ صورت میں اگر نہیں حقیقت ثابت ہوئی ہے۔ یہ امانتیں عالم خالق اور عالم امر کے بیچ میں برزخ کے مقام کی طرح ہیں سالک کے وجود میں جو دن ہے وہ منزل عرش کے ہے اور اسکے نیچے عالم خلق ہے اس کے اوپر عالم امر ہے اگر سالک اپنے وجود میں اس حضور کا تصور پورے خیال سے مضبوط رکھے گا تو پھر وہ فکر حال سے بدل جائے گا اور حال نمبر ابھر مقام سے اس وقت اسکے وجود دونوں عالموں یعنی عالم امر اور عالم خلق میں جامع ہوگا اور سب ارادوں اور ایجادوں اور افعال و اقوال کے مظاہر کو از خود اپنے ساتھ قائم دیکھے گا۔ اور اپنے اندر انکا مشاہدہ کرے گا اور پھر ان کو اپنے اندر جامع دیکھے گا۔ کیونکہ سب چیز کا بنیاد خود میں ہے۔ اور ہر چیز اپنی اصل پر لوٹی ہے، کہتے ہیں۔ کلّ شئیء یورجع۔ اس وقت وہ عارف بھی ہوا اور معروف بھی اس بات پر یہ حدیث دلیل و شاہد ہے "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ" یعنی جس نے خود کو پہچانا اس نے گویا اپنے رب کو پہچانا کسی نے کتنا اچھا کہا ہے۔

### بیت

بہر دں ز تو چون ترا سیر نیست از حد بطلب ہر آنچہ خواہی توئی  
یعنی باہر سفر کرنے کی تجھے حاجت نہیں، جو حد نہتا ہے وہ تو اپنے اندر تلاش کر۔

جب کامل معرفت کیساتھ اس عرفاں کو پہچان لے گا۔ اسی طرح جانتا دیکھتا رہے گا اسکے وجود کے علاوہ دوسرا کوئی وجود نہیں۔ وہ خود بخود موجود ہے۔ اور علم امر اور عام خلق والی سب موجودات اسکے وجود کے ساتھ موجود ہے کامل انسان کی اسکی اصل والی حقیقت سے معرفت کا عرفاں بھی۔ یہی ہی اور بصیرت کے غلبے کی وجہ سے اس جگہ پر آنکھوں سے دیکھنے والا تم ایک جیسا ہے صورت و حقیقت کا مظہر بھی ایک ہے جیسے شہید عشق مخدوم عبدالرحیم نے فرمایا ہے۔

### بیت

روح اکھمین میں آئو اکھوں تھیوں اندر  
اکھمین پیالا پیتا اندر ء باہر

یہ بھی ہوش سے ہے اور اس جگہ پر بھوسی نہیں ہوتی۔ اس لئے اس مقام پر ہوشیاری اور خبرداری کی جائے۔ اگر خود کو پہچان لیا تو خود اللہ کے ساتھ ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کیساتھ ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو پہچانا تو خود اسکے ساتھ ہے یہاں معرفت کے شغل مکمل ہوئے اب جذبے میں سے کچھ لکھا جاتا ہے۔



ان شغلوں کے علاوہ دوسرا جذبے کا مقام ہے کہ بغیر کسی کسب و ریاضت کے حاصل ہوتا ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا انعام و اکرام ہے کیونکہ عاشق کو پہلے معشوق کی کشش ظاہر ہوتی ہے اس کے بعد معشوق خود عاشق ہوتا ہے۔

### بیت

اگر از جانب معشوق نباشد کششے  
یعنی اگر معشوق کی طرف سے کشش نہ ہو تو پیارے عاشق کی کشش کسی بھی مقام پر نہیں پہنچتی۔

جب سالک کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جذبے والی نعمت عطا ہوا اور شامل حال ہو تو پھر سالک کی سیر جو کہ پچاس ہزار برس کے سفر جتنی ہو اسکو ایک ہی آنکھ جھپکنے میں طے کر گزرے اور یہ سفر مفاصلہ اور آنکھ جھپکنا وہ نہیں ہے جس کو ان آنکھوں سے دیکھا اور بھانپا جاتا ہے اور اس سفر اور مفاصلی کی کوئی انتہی نہیں ہے اور اس جذبے کا مشاہدہ (لا نہ) کے نیچے لا کر ”ہل من مزید“ کا نعرہ لگائے گا (یعنی اس جذبے والے مشاہدے سے سیر نہ ہونے کی وجہ سے ”ہل من مزید“ کہتا رہے گا) یہاں پر درگاہ الہی کا مطلوب اور بارگاہ الہی کا محبوب کہ وہ سب سیلا پن و کدورت سے صاف و مصطفیٰ ہو جائے گا سید عبداللطیف بھٹائی علیہ الرحمہ اس جگہ پر فرماتے ہیں۔

### بیت سندھی

|       |       |      |     |     |       |          |
|-------|-------|------|-----|-----|-------|----------|
| سدا   | سائر  | سیر  | میں | توہ | تعلقی | ہر       |
| پی    | پیالو | انج  | جو  | انج | سیں   | اتھیار   |
| پانوں | پانت  | پیار | تہ  | انج | سین   | اجھائیائ |

اس جذب کی جگہ پر سالک کا وجود جتنے سا ہو کر آگ میں جل کر شکر یا نمک کی طرح پانی میں گل پھیل کر یا جل جاتا ہے۔ یہ سالک خدا کی جذبے والی نعمت سے نوازے ہوئے ہیں جسے چاہیں اپنی طرف راہ دکھائے اور جسکو اپنی طرف بلایا وہ ضرور بالضرور جائے گا اور اس کو دیکھے گا پہچانے گا اور یہ دیکھنے پر موقوف ہے نہ کہ لکھنے اور بیان کرنے پر۔

اس جذبے کے مقام میں سالک خود مطلوب و محبوب ہوتا ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ اس کا محب و طلبگار ہوتا ہے اس جگہ پر یہ نقل بیان العارفین میں ہے وہ نقل کیا جاتا ہے۔

### نقل

کہتے ہیں جام تماچی جو کہ سندھ کا حاکم تھا وہ نوری نام کی ایک عورت جو کہ قوم کی سیر بھیرانی تھی اس کے عشق میں مبتلا ہو گیا اور اس

کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کیا جبکہ جام حاکم تھا اس وجہ سے نوری کے رشتہ داروں نے خوشی کے ساتھ نکاح کر دیا۔ جام نے نوری کیلئے ایک عالیشان محل عجب رنگینیوں سے بنوایا اور اس میں طرح طرح کے سامان ڈال کر اسکو سنوارا اور نیز نوری کی تعظیم و عزت کے لئے اپنے خاندان و قبیلے کی عورتوں کو استقبال کیلئے انکی طرف بھیجا۔ جب یہ وہاں آئیں اور دیکھا کہ نوری ریشمی اور نرم بسترے پر بیٹھی ہے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے اشکبار ہیں جب ان عورتوں نے اسے روتے دیکھا جب وہ پوچھنے لگیں کہ یہ رونا شاید مچھلیوں کے شکار کے باعث ہے اور تیرا باپ بھی مچھلیاں مارنے کا کام، پیشہ کرتا تھا نوری نے ان عورتوں کو جواب دیا کہ یہ میرا رونا آبائی پیشے کے یاد کرنے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ میرا یہ رونا اس لئے ہے کہ میں اگر جام پہ عاشق ہوتی تو ابھی مجھے کوئی بھی ملے اور دیکھنے نہ آتی لیکن جب جام نے مجھ پر عاشق ہو کر مجھے اس رتبے پر پہنچایا ہے کہ تم سب میرے استقبال کیلئے آئی ہو یہ ساری مہربانی اللہ تعالیٰ جل شانہ کی بھلائیوں اور نعمتوں سے ہے جس نے مجھے اس رتبہ پر پہنچایا ہے اے سالک کشش اور جذبہ کا دار و مدار اللہ تعالیٰ کی نوازش اور کشش پر ہے اور یہ ان کاغذ کے اوراق پر نہ تو مکمل لکھا جاسکتا اور نہ ہی بولنے اور بیان کرنے کی میزان میں اسکو تولا جاسکتا ہے پس جو طالب ہوگا وہ خود ہی تلاش کرے پائے گا عقلمند کیلئے اتنا اشارہ کافی ہے۔

الغافل تکفیه الاشارة“ یعنی عقلمند کیلئے اشارہ کافی ہے۔

### مختصر حالات مصنف

### کتاب ہذا

### ولادت باسعادت و بچپن

حضرت سلطان الشارح قطب العارفین سید الزاهدین فخر العاشقین برحان الشریعت سلطان الطریقت غوامس دریائے شہودیت دانائے اسرار ربوبیت واقف فناء و بقا مرشد نامولانا حضرت پیر و بگیر مستغرق بحر شہود مرشد یم حضرت خلیفہ محمود اذام اللہ تعالیٰ برکاتہ علیہ ۱۱۸۹ھ میں گوٹھ (قریہ گھنور) کڑو گھنور میں تولد ہوئے جو کہ ماتلی شہر سے اندازاً ۲۵ میل جنوب کی طرف واقع ہے آپ کے والد بزرگوار گھنور خان رئیس یعنی سردار تھے ذات یعنی قوم کے نظامانی بلوچ تھے نظامانیوں میں سے مبارکافی شاخ سے آپ کا تعلق تھا۔

### ”بچپن“

میں اپنے والد بزرگوار کو ایک دلی کی دعاؤں سے ملا ہوں وہ یوں کہ میرے بڑے، ہمسردار میاں زنگی کا انتقال ہوا تو والد محترم کچھ غمگین سے ہو گئے تو اس غمزدگی کو رفع فرماتے ہوئے ایک بزرگ نے میرے لئے دعا بھی فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ اس نیک اختر بچے کا نام محمود رکھنا۔ اس بزرگوار کا نام جس نے دعا فرمائی تھی محمد دم اسماعیل کھڈی والا تھا۔ آپ کے دوسرے برادران محترمان (۵) ہیں۔ زنگی خان، چاکر خان، گھرام خان، نالھو خان اور عمر خان جو کہ میانی کی جنگ میں شہید ہوئے۔

بڑے رنگی خان تھے دوسرے حضرت مرشد سائیں خلیفہ محمود رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

### تعلیم

آپ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد صاحب نے اسکول کی تعلیم کیلئے اسکول بھیجا لیکن وہاں میرا دل نہیں لگتا تھا۔ پھر دینی تعلیم کیلئے مدرسے بھیجا وہ ابتداء ایام تھے مجھے یہ یاد نہیں کہ اسحاق شروع ہوئے تھے یا محنتی پر پڑھا رہا تھا تو ایک بزرگ میرے استاد عبدالکریم لکڑی والے سے ملے آئے اور دور روحانی شخص تھے تو اس شخص کی روحانیت نے مجھے بہت راغب کیا یعنی مجھے ان دنوں سے روحانی اشغال کا شوق ہوا اور اسی رغبت نے مجھے یہ مقام بخشا ہے۔

آپ کے دور کے بزرگان دین جن کے ساتھ آپ وابستہ رہے

(۱) حافظہ نورد رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی سلسلہ کے عظیم بزرگ تھے۔

(۲) مخدوم ابراہیم نقشبندی علیہ الرحمہ جو کہ خوب صوفی اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔

(۳) فقیر حالیہ نو جو کہ خوب محکم الدین سیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے تھے اور وہ دہدو حال میں بڑا مقام رکھتے تھے۔

(۴) میاں خیر اللہ تلھاری رحمۃ اللہ علیہ

(۵) میاں احمد تھمبہ نقشبندی

### سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل ہونا اور طریقت

آپ فرماتے ہیں، اتفاقی صحبت حضرت فقیر صالح راحو کڑی سے ہوئی جو کہ میاں عثمان جو نیچے کا صحبتی تھا۔ جس کو اللہ کی طلب اور شوق بڑی تھی۔ میاں عثمان جو نجو شاہ عبدالکریم کے مریدوں میں سے تھے ان کی صحبت بھی کافی وقت رہی۔ ان دنوں سلطان الاذکار سارے بدن میں سرایت کر گئی۔ اور ہمیں حضرت مرشد پیر سید محمد راشد رضی اللہ عنہ سے غائبانہ الفت و محبت تھی اور دیدار پر انوار کی بڑی لگتی تھی حتیٰ کہ آپ حضرت مرشد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکان لکڑی میں میاں غلام محمد کی دعوت پر تشریف لائے جو کہ آپ کے کامل ترین مرید تھے۔

اس وقت ملاقات تو نہ ہو سکی لیکن ہمارا ایک دوست تھا سید فتح محمد علی پور والا وہ حضرت بابرکت کی کرامت بیان کئے جا رہا تھا۔ ہم نے کہا ہم مرید ہونے نہیں آئے صرف زیارت و دعا کیلئے آئے ہیں۔ سائیں فرماتے ہیں اس وقت میں جمال شاہ اور میرا چھوٹا بھائی عمر خان اور بھتیجا محمد مل تھے۔ اور آپ گونا گوں ہدایات میں مصروف تھے اس لئے ہمیں زیارت اور دعا کا کھلا وقت میسر نہیں ہو رہا تھا۔

بالآخر وقت مل ہی گیا اور وہ وقت فجر تھا۔ میں نے جا کر قدموں کی لیکن اس وقت ایک فقیر جو خدمت گزار تھا اس نے انکار کیا اور کہا کہ اشراق کے بعد آنا ہم پھر گئے جیسے ہی حضور فیض منجور کی صحبت میں بیٹھے تو کایا ہی پلٹ گئی وہ دن قسمت بدلنے کا دن تھا عجیب سہانی گھڑی تھی روحانی کمالات کے صاحب کی دید ہو رہی تھی۔ اس وقت آپ فرماتے ہیں میری عمر (۲۴) سال تھی نئی نئی شادی ہوئی تھی لیکن دریائے معرفت

کے خواص کو دنیا بوں کی کیا سوچ اور فکر اسباق اور اشغال شروع ہو گئے۔

### کیفیت

آپ بڑے مالدار تھے لیکن رضائے الہی کی خاطر سب کچھ وقف کر دیا۔

### تصنیفات

- (۱) محبوبۃ المحمودیہ : تصوف کی عظیم کتاب  
 (۲) توفیق الطالبین : تصوف کی نایاب کتاب  
 (۳) سراج العاشقین : تصوف کی نایاب کتاب  
 (۴) گلشن اولیاء : اولیاء اللہ کے حالات  
 (۵) ماہی نسی کی شریعت: جو کہ حضرت علیؓ، سیدنا محمدؐ، علیؓ، رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فارسی میں لکھی ہے اس کا ترجمہ کتابی صورت میں چھپا ہے (ترجمہ)

(۱) سرابہ لدنی

(۱) تکوینی



محمود

محمود یہ اکیڈمی (کریو شریف)

کریو گورنر شریف تعلقہ گولارچی، ضلع بدین سندھ